# فہرست مضامین

| مضمون | صفحہ |
|---|---|

# مقدمہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی

یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ دارالعلوم دیوبند اور مظاہر علوم سہارنپور ان شہرہ آفاق دینی درسگاہوں سے دو عظیم الشان اسلامی و مذہبی درسگاہیں مانی جاتی ہیں جنہوں نے نابغہ روزگار شخصیتوں کو پیدا کیا اور ایسی عہد آفریں اور تاریخ ساز جماعت میدان میں لاکر کھڑی کردی جنہوں نے درس و تدریس، تحریر و تقریر، تزکیہ و تربیت، دعوت و تبلیغ، وعظ و ارشاد سے اسلام کی خدمت کی اور اس کی پاسبانی کے فرائض انجام دیئے۔ اسلام اور اہل اسلام کے خلاف اٹھنے والے ہر فتنہ کی سرکوبی کو انھوں نے اپنا اہم اور مقدس فریضہ جانا اور جب تک اپنے فریضہ سے سبکدوش نہ ہوگئے، بے چین اور مضطرب رہے:

منکرین حدیث ہوں یا منکرین ختم نبوت، نظریۂ دو قرآن پر ایمان رکھنے والے ہوں یا تجدد زدہ اور عقل پرست، فتنۂ قادنیت ہو یا نیچریت، رضاخانیت ہو یا چکڑالویت، فتنۂ خاکساریت ہو یا مودودیت ان میں سے کسی بھی "فتنہ ہمیار" کو لے لیجئے اکابر دیوبند اس کے قلع قمع کرنے میں اور اس کی شہ رگ پر نشتر زنی کرنے میں پیش پیش ملیں گے۔ شکر اللہ تعالیٰ مساعیہم

اگر دارالعلوم دیوبند میں شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ، امام العصر حضرت مولانا انور شاہ صاحب کشمیریؒ حضرت مولانا شبیر احمد صاحب

عثمانی، مولانا سید مرتضیٰ حسن صاحب چاندپوری، مولانا اعزاز علی صاحب امروہوی، حکیم الاسلام مولانا الحاج قاری محمد طیب صاحب زادہ مجدہٗ، وغیرہ وغیرہ جیسے ممتاز اور یگانہ روزگار حضرات ان باطل تحریکوں اور ان کے زہریلے اثرات سے مسلمانوں کو خبردار کرتے ہوئے ملیں گے تو مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور میں حضرت مولانا خلیل احمد صاحب مہاجر مدنی حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب کاملپوری، حضرت اقدس شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب زادہ مجدہٗ، حضرت مولانا عبداللطیف صاحب، مناظر اسلام حضرت مولانا محمد اسعد اللہ صاحب زادہ مجدہٗ، حضرت مولانا الحاج مفتی محمود الحسن صاحب گنگوہی حضرت مولانا الحاج قاری سعید احمد صاحب جیسے باکمال اور ممتاز اہل علم وفضل حضرات ان تحریکات کے خلاف صف بستہ ملیں گے۔

تحریری میدان میں یہ حضرات کتنا عمدہ اور بہترین سرمایہ اپنے اخلاف کو دے گئے۔ اس کا ہلکا سا اندازہ کتابوں کی اس ناتمام فہرست سے ہو سکتا ہے۔

التصریح بما تواتر فی نزول المسیح، اکفار الملحدین، عقیدۃ الاسلام فی حیات عیسیٰ السلام، نظریۂ دو قرآن پر ایک نظر، سائنس اور اسلام، التشبہ فی الاسلام، اصول دعوت اسلام، مقالات طیبات، عالمی مذہب، علم غیب اسلامی آزادی، مسئلہ تقدیر، اسلام اور مغربی تہذیب، حدیث رسول کا قرآنی معیار، اجتہاد اور تقلید، فطری حکومت، ہدایات الرشید الی افحام العنید، مطرقۃ الکرامۃ علی مرآۃ الامامۃ، تنشیط الآذان فی تحقیق محل الاذان، المہند علی المفند، براہین قاطعہ علی ظلام الانوار الساطعۃ،

عقائد علمائے دیوبند، مشرقی کا اسلام، دفع الالحاد عن حکم الارتداد، تنویر البصائر فی تزویج الصغائر، تکمیل العرفان فی شرح حفظ الایمان، فتنۂ ارتداد اور مسلمانوں کا فرض، قرآن عظیم اور جبریہ تعلیم اور تحریک جماعت اسلامی (مودودیت) کی تردید میں، اعفاء اللحیۃ، مسلمان اگرچہ بے عمل ہو مگر اسلام سے خارج نہیں، مودودی دستور اور عقائد کی حقیقت، ایمان و عمل، مکتوب ہدایت، استفتائے ضروری، کلام طیب، دار العلوم کے ایک فتوے کی حقیقت، کشف حقیقت یعنی تحریک مودودیت اپنے اصلی رنگ میں، تنقید اور جماعت اسلامی، مودودی جماعت کے عقیدۂ تنقید پر تبصرہ، مسئلہ تقلید اور جماعت اسلامی، فتوے منجانب مظاہر علوم سہارنپور وغیرہ کتابیں لکھی گئیں۔

ان کے علاوہ اور بھی بہت سی کتب ہیں جو اس موضوع پر علمائے دیوبند نے لکھیں۔ زیر نظر کتاب بھی اس مذکورہ بالا سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔ یہ کتاب در اصل حضرت شیخ زادہ مجدہٗ کا ایک نجی مکتوب ہے جو سنہ ۱۳۷۰ھ میں لکھا گیا تھا۔

وہ کیا عوامل اور محرکات تھے جن کی بنا پر یہ مکتوب لکھا گیا اس کی ایک تاریخ ہے وہ یہ کہ مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور کے ایک قدیم استاذ جماعت اسلامی سے متاثر ہو کر اس کے پر جوش داعی اور مبلغ بنے۔ وہ اگرچہ بعض مسائل میں اس سے اتفاق نہیں رکھتے تھے مگر علی الاعلان اس کی تغلیط اور تردید بھی نہیں کرتے تھے۔ اس لئے اس عدم اتفاق کی نہ ارباب مدرسہ کی نگاہ میں کوئی اہمیت تھی اور نہ ہی شہری عوام میں کوئی وقعت۔

ان کی جانب سے مختلف مجالس میں اس تحریک کی تائید تصویب اور

شرکت کی دعوت بھی چلتی تھی۔ فقہ کے اسباق میں علی الاعلان مودودی صاحب کے اجتہادات سنائے جاتے، ان کی حمایت کی جاتی اور ائمۂ کرام کے اقوال پر ان کو ترجیح ملتی۔ نوبت یہاں تک پہنچی کہ کتاب القضاء پڑھاتے وقت مجتہد ہونے کی شرائط اور اجتہاد کا دروازہ بند ہوجانے کے خلاف زوردار تقریر کی اور اپنے زمانے میں اس کی شدید ضرورت کا احساس دلایا۔

ابتداءً مظاہر کے طلبہ کو یہ انوکھے مسائل حلق سے اتارنے مشکل ہوگئے اور پھر وہی ہوا جو عام طور سے اس قسم کے مواقع میں ہوا کرتا ہے کہ طلبا رکی دو جماعتیں بن گئیں۔ ایک نے ان کی تصویب کی دوسری نے تردید، باہمی مناظرے مجادلے ہونے لگے، پھر نزاع اور سخت کلامی تک نوبت آئی، گمنام خطوط لکھ کر ارباب اہتمام کو مشوش کیا گیا۔

وہ چونکہ مظاہر کے قدیمی استاذ تھے، اونچی کتابوں کا درس دیا کرتے تھے اور اپنے مواعظ اور تقاریر کی وجہ سے اچھے خاصے مشہور ہوگئے تھے۔ اس لئے جماعت اسلامی کے اجتماعات میں شریک ہونے پر (جس کا وہ بڑا اہتمام کیا کرتے تھے) عام دیکھنے والے ان کو مدرسہ مظاہر علوم کا نمائندہ سمجھے اور یہ تاثر لیے کہ علمائے مظاہر اور اس تحریک کے کارکن ایک ہی مسلک رکھتے ہیں اور ایک ہی انداز فکر۔ جماعت اسلامی سہارنپور خود بھی شد و مد سے اس کا پروپیگنڈہ کرتی تھی کہ علمائے مظاہر بالکلیہ ہمارے ساتھ ہیں کوئی اختلاف نہیں رکھتے۔

حدیہ ہے کہ جب مولانا الحاج قاری سعید احمد صاحب کا تالیف کردہ

رسالہ "کشفِ حقیقت" طبع ہوا تو ان حضرات نے لوگوں کی نگاہ سے اس کی اہمیت یہ کہہ کر گرانی چاہی تھی کہ "یہ تنہا قاری سعید احمد صاحب کی اپنی رائے اور اپنا خیال ہے۔ مظاہر والے ان کے اس فتوے سے متفق نہیں ہیں بلکہ وہ ہمارے ہی ساتھ ہیں۔"

جماعت کے ہونے والے ان اجتماعات کی تفاصیل جب اخبارات میں شائع ہوتیں تو اس میں مولانا موصوف کی شرکت کی اطلاع اکثر و بیشتر اس عنوان سے دی جاتی۔ مظاہر علوم سہارنپور کی طرف سے مولانا کی شرکت" بعض مرتبہ یہ خبر ان الفاظ سے شائع ہوجاتی کہ "مظاہر علوم سہارنپور کی جانب سے شیخ التفسیر مولانا صاحب کی شرکت" اشتراک رسمی کی وجہ سے بسا اوقات مغالطہ ہوجاتا اور اس کو حضرت شیخ زادہ مجدہٗ کی شرکت تصور کیا جاتا۔

تنہا یہی ایک چیز مظاہر کے لئے ناقابل برداشت بنی ہوئی تھی کہ اس پر مزید اضافہ یہ ہوا کہ مختلف مقامات اور اضلاع سے اور شہر کے مختلف حلقوں سے موصوف کے مدرسہ سے سبکدوش کئے جانے پر اصرار شروع ہوا اور ہر محلے سے بیسیوں دستخطوں پر مشتمل درخواستیں آنے لگیں۔ اس پر بھی زور دیا جانے لگا کہ مدرسہ مودودیت کے سلسلہ میں اپنا مسلک صاف اور واضح کرے۔

اس نئی صورت حال کے پیدا ہونے پر پچیس جمادی الاول ۱۳۷۰ھ یکشنبہ کی صبح کو مظاہر علوم کی مجلس شوریٰ منعقد ہوئی جس کے ارکان یہ تھے۔

حضرت مولانا عبداللطیف صاحب ناظم مدرسہ۔ حضرت شیخ زادہ مجدہٗ

حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب، مولانا الحاج قاری سعید احمد صاحب، مولانا الحاج مفتی محمود الحسن صاحب گنگوہی، مولانا الحاج اکرام الحسن صاحب، ان حضرات نے اجتماعی طور سے یہ قرار دادیں پاس کیں۔

(۱) مدرسہ مظاہر علوم تحریک جماعت اسلامی سے بالکل الگ ہے۔ طلبہ کو جماعت کی کتابیں دیکھنے کی اجازت نہیں ہے۔

(۲) طلبہ کا ایک اجتماع ہو جس میں اپنی یہ قرار داد سنائی جائے۔ چنانچہ اسی تاریخ میں شام کو دار الحدیث میں جلسہ ہوا، مولانا الحاج عبد اللطیف صاحب مولانا الحاج محمد اسعد اللہ صاحب، مولانا الحاج قاری سعید احمد صاحب نے تقریریں کیں اور طلبہ کو اس سے یکسو رہنے کی تاکید کرتے ہوئے فرمایا کہ جو طلبہ اس تحریک میں حصہ لے رہے ہیں ان کو مدرسہ کے چندہ سے انتفاع جائز نہیں۔

(۳) مولانا سے گفتگو کی جائے ممکن ہے افہام تفہیم سے کوئی مفید حل نکل آئے اور وہ اپنی رائے پر نظر ثانی کر لیں۔

چنانچہ ذمہ داران مدرسہ نے صدق و اخلاص سے بھرپور کوشش شروع کی۔ اور درخواست کی کہ مولانا موصوف اپنی حمایت سے بمصلحِ مدرسہ دست بردار ہو جائیں اور ان کے مجامع میں شرکت سے قطعی پہلو تہی کر کے یکسو ہو جائیں، مگر مولانا آخر تک اس پر رضامند نہ ہوئے اور صاف کہہ دیا کہ جماعت تو اب چھوٹ نہیں سکتی، مسائل میں ہمیشہ اختلاف ہوتا چلا آیا ہے کیا وجہ ہے کہ مدرسہ میں باطل چیزوں (مسلم لیگ، کانگریس) کے

خلاف کبھی ایسا ز ور نہیں ہوا۔

ایک موقعہ پر موصوف نے یہ فرمایا کہ میں اس سلسلہ میں تین آدمیوں سے بات چیت کر سکتا ہوں، کسی چوتھے سے نہیں کر سکتا۔ ان میں پہلے نمبر پر حضرت مولانا عبداللطیف صاحب، دوسرے نمبر پر حضرت شیخ زاد مجدہٗ۔ اور تیسرے نمبر پر مولانا منظور احمد صاحب استاذ مظاہر تھے، مدرسہ کے انتظامی افراد نے جو ہر وقت مصالحت اور مفاہمت کی تلاش میں تھے، اس موقعہ کو غنیمت جانا۔ اور مولانا عبداللطیف صاحب ناظم مدرسہ کا انتخاب کر دیا۔ چنانچہ حضرت ناظم صاحب نے ایک نجی مجلس میں بہت دیر تک اس موضوع پر گفتگو کی۔ مختلف پہلوؤں سے معاملہ کی نوعیت سمجھائی۔ آخر میں مجبور ہو کر یہ فرمایا کہ مولانا کسی کے نظریات کو زبردستی نہیں بدلا جا سکتا اور نہ ہی میں آپ کو اس پر مجبور کرتا ہوں، مگر اتنی درخواست ضرور کروں گا کہ اس کا پرچار طلبہ میں مت کریں۔ آپ اپنی تائید کو اپنی ذات تک محدود رکھیں کیونکہ طلبہ ہمارے پاس امانت ہیں۔ ہم ان کے ذہنوں کا بگڑنا برداشت نہیں کر سکتے۔

اس طویل ملاقات کا نتیجہ صرف یہ نکلا کہ مولانا نے یہ کہہ دیا کہ مجھ پر غلط دباؤ ڈالا گیا۔

تقریری صورت سے مایوس ہو کر تحریری طریقہ اپنایا گیا اور اس کے لئے حضرت شیخ منتخب ہوئے۔ انھوں نے مکتوب کی شکل میں (یہ پیش نظر) طویل مضمون تحریر فرماتے ہوئے مودودی صاحب کی چند موٹی موٹی اور

بنیادی غلطیوں کی نشاندہی فرمائی۔ وہ جو نماز اپنے ماننے والوں میں پیدا کرنا چاہتے ہیں اس کے عواقب و نتائج سے باخبر کیا مگر کوئی نتیجہ خاطر خواہ برآمد نہ ہوسکا ما کل ما یتمنی المرء یدرکہ

اب جب کہ تمام راستے مسدود ہو چکے تھے اور مفاہمت کا ہر طریقہ اپنایا جا چکا تھا اور وہ بے اثر ثابت ہو چکا تھا۔ اس لئے مدرسہ کے ذمہ داران نے موصوف کو مظاہر کی ذمہ داریوں سے سبکدوش کرنے کا فیصلہ کیا۔ اس میں حضرت اقدس مدنی نور اللہ مرقدہ کے عتاب کو بھی خاص دخل تھا جو اہل مدرسہ پر ہوا۔

بہرحال مظاہر کو داخلی و خارجی فتنوں سے محفوظ رکھنے کی خاطر مورخہ چھ رمضان المبارک سنہ ۱۳۷۰ھ مطابق بارہ جون سنہ ۱۹۵۱ء بروز سہ شنبہ اپنے فیصلہ کو عملی جامہ پہنا دیا اور موصوف کو ان کے علیحدہ کر دیئے جانے کی اطلاع کر دی گئی۔ تیرہ رمضان کو موصوف نے اس کو قبول کر لینے کی اطلاع مظاہر میں بھیجدی۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ مظاہر کے تمام ذمہ دار حضرات مدرسے سے اتنے قدیمی تعلق رکھنے والے کو ہرگز جدا کرنا نہیں چاہتے تھے۔ اور سب ہی اپنے اس فیصلے پر نہایت غمگین اداس اور رنجیدہ تھے علیحدگی کے اطلاع نامہ پر ناظم صاحب کی طرف سے جہاں بہت سے حسرت اور رنج آمیز جملے لکھے ہوئے تھے وہیں یہ بھی لکھا ہوا تھا انا بفراقك لمحزونون یا۔ مگر جن حالات میں یہ فیصلہ کیا گیا تھا ان کی اہمیت سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا۔

مولانا کی آخری علالت کا سلسلہ رمضان المبارک سنہ ۱۳۷۱ھ سے شروع

ہو گیا تھا عرق النسار کی شکایت کے ساتھ ساتھ بخار اور بواسیر کی تکلیف بھی روز افزوں ہو رہی تھی۔ بالآخر سترہ<sup></sup> ذیقعدہ سنہ ۱۳۷۰ھ مطابق اکیس ۲۱ اگست سنہ ۱۹۵۱ء سہ شنبہ کی شب میں گیارہ ۱۱ بجے انتقال ہوا۔ غسل دینے والوں میں حضرت شیخ زاد مجدہٗ بھی شامل تھے۔ حضرت شیخ ہی نے نماز جنازہ پڑھائی اور دوپہر کے وقت قبرستان حاجی شاہ میں تدفین عمل میں آئی۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔

علالت کے دوران مظاہر علوم کے تمامی اساتذہ، ذمہ دار حضرات بالخصوص حضرت مولانا عبداللطیف صاحب، حضرت شیخ زاد مجدہٗ بغرض عیادت جاتے رہے، علاج اور مشوروں میں شریک رہے۔ اس سب کے باوجود انتقال کے بعد جب مظاہر کی ایک معزز اور باحیثیت شخصیت نے تجہیز و تکفین کا وقت دریافت کیا تو مولانا (جو آج کل جماعت کے ایک ذمہ دار آدمی ملنے جاتے ہیں) نے یہ کہہ کر وقت بتلانے سے انکار کر دیا کہ مولانا! کہاں ہو؟ یہ جنازہ ایسا نہیں جسے ہر کس و ناکس ہاتھ لگائے، مخصوص حضرات ہی بس اسے ہاتھ لگا سکیں گے۔

وفات سے تیسرے روز مولوی ابواللیث صاحب، مولوی صدرالدین اصلاحی وغیرہ پانچ رفقاء تعزیت کی غرض سے آئے۔ ان حضرات کا قیام کسی اور جگہ پر رہا۔ روانگی کے دن صبح کی چائے کی دعوت حضرت مولانا محمد اسعد اللہ صاحب زاد مجدہٗ کے یہاں ہوئی۔

یہ ہے اس مکتوب کا تاریخی پس منظر اور وجہ تالیف۔

حضرت شیخ زادمجدہٗ کے دوسرے مسودات کی طرح یہ مسودہ بھی غیر مطبوعہ شکل میں محفوظ تھا حضرت شیخ زادمجدہٗ پر اس زمانے میں بھی اسکی طباعت پرزور دیا گیا، مگر حضرت شیخ اس کی طباعت پر راضی نہ ہوئے۔ یہ کہہ کر انکار فرماتے رہے کہ یہ تو ایک نجی مکتوب تھا جو مرحوم کے غور کرنے کے لئے لکھا گیا تھا مگر نوشتۂ تقدیر میں جو وقت اس کی طباعت اور عام اشاعت کا مقرر تھا وہ آگیا اور احباب ومتعلقین کا مجھ پر اصرار ہوا کہ اس کو شائع کر دینا چاہیئے چنانچہ بنام خدا اس کو طبع کیا جا رہا ہے۔

یہ مسودہ مکمل تھا مضمون کے اعتبار سے اس میں کوئی اضافہ نہیں کیا۔ البتہ نظر ثانی کے موقعہ پر چند چیزوں کی رعایت ضرور کی گئی ہے۔

(۱) کتاب میں ذکر کردہ آیات قرآنیہ اور بہت سی احادیث نبویہ کے نہ ترجمے تھے اور نہ ہی کوئی توضیح وتشریح، اور ان دونوں حضرات کے لئے اس کی کچھ ضرورت بھی نہیں تھی۔ کیونکہ ایک طرف اس خط کے کاتب اگر شیخ الحدیث تھے تو دوسری طرف مکتوب الیہ شیخ التفسیر تھے۔ مگر چونکہ طباعت کے بعد یہ کتاب ہر شخص کے ہاتھوں میں جائے گی اس لئے آیات واحادیث کا ترجمہ مستقل حواشی میں لکھ دیا گیا اور اس کی تشریح کر دی گئی۔ قرآنی آیات کا ترجمہ حضرت اقدس تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے اور احادیث کا ترجمہ تھوڑے سے تغیر لفظی کے ساتھ مظاہر حق سے لیا گیا ہے۔

قرآن پاک اور احادیث نبویہ کے تراجم آئے دن ہو رہے ہیں۔ اور ان کی افادیت وضرورت سے انکار بھی نہیں کیا جا سکتا۔ مگر کاتب السطور کو اپنے

اکابر و مشائخ رحمہم اللہ کے تراجم میں جو لطف و سرور محسوس ہوتا ہے وہ کہیں اور نہیں ملتا۔ اثر تحریر بقدر اخلاص کے تو آپ بھی قائل ہوں گے؟"

(۲) مودودی صاحب کی جن تالیفات کے اقتباسات نقل کئے گئے ہیں ان کی اصل سے مراجعت کرلی گئی۔

(۳) یہ مضمون مسلسل تھا کوئی عنوان کسی قسم کا اس میں نہیں تھا، اس لئے نظر ثانی کے موقعہ پر عنوانات قائم کردیئے گئے۔

ایک ضروری بات یہ ہے کہ یہ مضمون تقریباً پچیس ۲۵ سال قبل کا لکھا ہوا ہے۔ ادھر وہ کتابیں جن کے اقتباسات اس کتاب میں لئے گئے ہیں چھوٹے بڑے مختلف سائزوں میں طبع ہوئی ہونگی۔ اس لئے تالیف کے وقت مصنف کے سامنے جس کتاب کا جو بھی نسخہ رہا ہے۔ اس کی طباعت اور مقام اشاعت کی نشاندہی کی جاتی ہے تاکہ جو حضرات اپنے طور پر اصل سے مراجعت کرنا چاہیں وہ تغیر صفحات کی وجہ سے غلط تاثر نہ قائم کریں۔

(۱) تنقیحات۔ شائع کردہ مکتبہ جماعت اسلامی غریب خانہ گوشہ محل حیدرآباد، سنہ طباعت ماہ جون ۱۹۴۹ء

(۲) تفہیمات، شائع کردہ مکتبہ جماعت اسلامی ۵ اے ذیلدار پارک لاہور۔

(۳) خطبات، مکتبہ جماعت اسلامی دارالاسلام جمالپور، پٹھانکوٹ پنجاب۔

(۴) تجدید و احیائے دین۔ مکتبہ جماعت اسلامی، پٹھان کوٹ

(۵) اسلامی عبادات پر ایک تحقیقی نظر : شائع کردہ مرکزی مکتبہ جماعت اسلامی ہند دہلی ۶؁ء

(۶) مسئلہ قومیت : مرکزی مکتبہ جماعت اسلامی ہند۔ سوئی والان دہلی۔ شائع شدہ ۱۹۶۲؁ء

مقدمہ نگار نے اپنے قارئین کا بہت سا وقت لے لیا۔ اب وہ درمیان سے ہٹتا ہے اور کتاب کے مطالعہ کے لئے موقعہ فراہم کرتا ہے!

**بندہ محمد شاہد غفرلہٗ**

سہارنپور

یکم جمادی الثانی ۱۳۹۵؁ھ

مطابق ۱۲ جون ۱۹۷۵؁ء

---

لہ ہمیں تحقیقی طور سے یہ معلوم نہ ہو سکا کہ تالیف کے وقت حضرت مصنف زاد مجدہٗ کے سامنے یہ دو کتابیں (اسلامی عبادات پر ایک تحقیقی نظر، مسئلہ قومیت کس مکتبہ کی طبع شدہ تھیں اور کس سنہ میں وہ طبع ہوئی تھیں اس لئے بدرجہ مجبوری بعد کے طبع شدہ ایڈیشن سے عبارت کا مقابلہ کر کے اسی کا حوالہ دیدیا گیا!

شاہد غفرلہٗ

# تقریظ

از حضرت مولانا الحاج مفتی محمود الحسن صاحب گنگوہی زاد مجدہ صدر مفتی دار العلوم دیوبند وحضرت الحاج مولانا سید محمد اسعد صاحب مدنی زاد مجدہٗ۔ صدر جمعیۃ علماء ہند

(۱) الحمد للہ وکفیٰ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ

اما بعد۔ رسالہ مبارکہ "فتنۂ مودودیت" حضرت اقدس شیخ الحدیث صاحب دامت برکاتہم کی تالیف ایک خصوصی اور مختصر خط ہونے کے باوجود اہل علم و اہل دین حضرات کے لئے مشعلِ راہ ہے جس کی روشنی میں اس تحریک کی ضلالت اپنے خد وخال کے ساتھ بے نقاب ہو کر سامنے آجاتی ہے اور پھر اس کا روپہلا اور سنہرا رنگ کسی مخلص مومن کے قلب ونظر کو اپنی طرف مائل کرنے میں کامیاب نہیں ہوگا۔

جن حضرات کے پاس اس تحریک کے زہریلے اثرات سے واقف ہونے کیلئے طویل مطالعہ کا وقت نہیں یا وہ اس کو اصولِ اسلام پر جانچنے کی استعداد نہیں رکھتے، یا ان کی نظر اس کی گمراہ کن بنیادوں کے ادراک سے قاصر ہے ان کو اس رسالہ کے ذریعہ انشاء اللہ تعالیٰ اپنے دین کی حفاظت کا راستہ بسہولت مل جائے گا۔

والتوفیق بید اللہ۔ واللہ یھدی من یشاء الی صراط مستقیم

احقر محمود غفرلہ ۔ دارالعلوم دیوبند ضلع سہارنپور

(۲)

احقر حضرت مفتی صاحب کی حرف بحرف تائید کرتا ہے مجھے خدا کی ذات سے قوی امید ہے کہ حضرت شیخ مدظلہ العالی کی یہ قیمتی تالیف اس فتنہ کو سمجھنے کے لئے اور اس کی خرابیوں سے مطلع ہونے کے لئے بہت کافی رہے گی۔

حق تعالیٰ شانہ، عام مسلمانوں کے لئے اس کو نافع بنائے ۔مفید فرمائے۔"

محمد اسعد غفرلہ،

---

۲؍جمادی الثانی ۱۳۹۵ھ

مطابق ۱۳؍جون ۱۹۷۵ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مکرم و محترم مولانا الحاج [1] ______ صاحب ہدانا اللہ وایاکم

بعد سلام مسنون

جب سے موجودہ کشمکش شروع ہوئی بلکہ اس سے پہلے بھی بارہا دل چاہا کہ مودودی مسئلہ پر جناب سے گفتگو کروں مگر اپنی کم مائیگی عدم فرصت سدِ راہ ہوتی رہی اس سورش کے زمانہ میں اور بھی زیادہ طبیعت پر تقاضا ہوا مگر جب بھی آپ کے علاوہ آپ کی جماعت کے بعض افراد کی طرف سے موثق روایات کے ساتھ یہ سنتا رہا کہ اس سورش کا مصدر [2] یہی ناکارہ ہے تو ہمت پست ہو گئی اس لئے کہ جب کسی شخص کے متعلق یہ جذبہ پیدا ہو جائے کہ یہی حقیقی مخالف ہے تو اس کی بات پر غور کرنے سے پہلے ہی تکدر پیدا ہو جایا کرتا ہے۔

مگر اس وقت ایک روایت سے یہ معلوم ہوا کہ کسی موقعہ پر آپ نے یہ فرمایا کہ اس سلسلہ میں آپ صرف تین آدمیوں سے گفتگو کر سکتے ہیں حضرت ناظم [3] صاحب، مولانا [4] منظور احمد صاحب اور یہ ناکارہ تو بندہ نے حضرت ناظم صاحب سے درخواست کی

کر وہ جناب سے تنہائی میں گفتگو فرمالیں، چنانچہ ۱۷ رجب ۷ھ
کی صبح کو حضرت موصوف نے جناب سے کوئی گفت گو بھی فرمائی
جس کی تفصیل تو معلوم نہیں مگر اجمالاً جو معلوم ہوا وہ یہ ہے کہ
آپ نے اس کو دباؤ سمجھ کر قبول کرنے سے انکار فرما دیا حالانکہ
حضرت ناظم صاحب کے اور آپ کے جو انواع متعددہ کے تعلقات
تھے ان کے لحاظ سے اولاً تو وہ دباؤ تھا ہی نہیں اور اگر بالفرض
تھا بھی تو قابلِ قبول تھا نہ کہ قابلِ رد اس لیے کہ ہم لوگوں کی
نگاہ میں ان کی علمیت تقدس، تقویٰ، شیخیت، استاذیت
وغیرہ بہت سے اسباب اس کے موجب تھے کہ جناب اس کو
قبول فرمالیتے اگر حضرت عبداللہ بن مسعود اپنی تحقیق کے خلاف
حضرت عثمان رضؓ کے اتباع میں سفر میں بجائے دو کے چار رکعات
پڑھ سکتے ہیں۔ اور حضرت امام شافعیؒ ابوحنیفہ رحؒ کے احترام
میں اپنی تحقیق کے خلاف کسی وقت رفع یدین چھوڑ سکتے ہیں
تو جناب کو اپنی ذاتی منفرد رائے کے خلاف حضرت ناظم
صاحب کی رائے کو جبکہ وہ اکابر کی رائے کے ساتھ
متفق ہو رہی ہے چھوڑنے میں کوئی اشکال نہ ہونا چاہیے تھا
اور خود آپ کا اصول تو اس بارہ میں ہم لوگوں سے بھی
زیادہ شدید ہے کہ!

"معصیت میں بھی ایک حد تک طاعت امیر کی جائے"

تفہیمات ص ۲۸۳

اس کے بعد مجھے یہ خیال ہوا کہ زبانی گفتگو میں غور کا موقع کم ملتا ہے اور بسا اوقات جو بات ذہن میں مرکوز ہو جاتی ہے، اس کے خلاف گفتگو سے انقباض بھی ہو جاتا ہے اور اوّل ہی وہلہ میں طبیعت اس کے رد کی طرف متوجہ ہو جاتی ہے اس لئے بہتر یہ ہے کہ میں اپنے خیالات کو مختصر طور پر تحریر کے ذریعہ خدمت میں پیش کر دوں۔ اگرچہ تحریر میں وہ تمام پہلو نہیں آ سکتے جو زبانی گفتگو میں سوال وجواب کی توضیحات میں آ سکتے ہیں کہ تحریر کا دامن بہرحال تنگ ہوتا ہے لیکن یکسوئی اور ٹھنڈے دل سے غور کا موقع اس صورت میں یقیناً زیادہ مل جاتا ہے۔ امید ہے کہ آپ یکسوئی اور طمانیت کے ساتھ اس بے ربط تحریر کو غور سے ملاحظہ فرمائیں گے اور جیسا کہ آپ کی جماعت کے ہونہاروں کی طرف سے بار بار یہ خوش کن فقرے دہرائے جاتے ہیں کہ ہم شخصیت پرستی سے بہت بالا ہیں ہم مودودی صاحب کو معصوم نہیں سمجھتے ہم مودودی صاحب کے خلاف ہر اعتراض کو سننے اور اس پر غور کرنے کے لئے تیار ہیں ہم اندھی تقلید نہیں کرتے جو بات ان کی ہماری سمجھ میں نہ آئے گی ہم اس سے بخوشی رجوع کر لیں گے وغیرہ وغیرہ، اُمید ہے کہ انھیں ضوابط

کے تحت میں اس معروضہ پر غور کیا جائے گا۔

جناب کو معلوم ہے کہ اپنے مشاغل کے ہجوم کی وجہ سے اب سے پہلے مجھے مودودی صاحب کی کتب کو کچھ زیادہ تفصیل سے دیکھنے کا موقع نہیں ملا۔ سرسری طور سے کبھی کبھی کسی رسالہ میں کوئی مضمون دیکھ لیا۔ اس سرسری معلومات کے علاوہ میرے محترم مولانا ابوالحسن علی میاں اور مولانا منظور صاحب نعمانی سے تبادلۂ خیالات کی بنا پر جو خیال اس ناکارہ کا ہمیشہ سے مودودی صاحب کی کتب کے متعلق رہا وہ یہ تھا کہ عام دیندار وں کو عربی طلبہ کو ان کا مطالعہ مناسب نہیں۔ انگریزی تعلیم یافتہ اور کالج کے طلبہ کے لئے ان کا مطالعہ بہت مفید ہے۔ جن لوگوں نے مجھے کبھی تقریراً یا تحریراً سوال کیا یہی مجمل جواب میں ان سے کہتا رہا اور دونوں نوع سے شخصی طور پر جب کسی نے مشورہ اپنی ذات کے لئے کیا تو جس نوع سے اس کا تعلق ہوتا تھا اس کے موافق دیکھنے یا نہ دیکھنے کا مشورہ دیتا رہا۔ اس تفریق کا مبنیٰ بندہ کے ذہن میں یہ تھا کہ ان تحریرات کا محور دو چیزیں ہیں ایک وہ کافرانہ ملحدانہ نظریات جو آج کل کی سیاست اور تمدن میں روز افزوں ہیں۔ پہلے میرے خیال میں یہ تھا کہ ان کے خلاف مودودی صاحب کا قلم بہت شدت سے چلتا ہوگا اس لئے

کہ وہ صاحبِ قلم ہیں۔ اور ان کے نظریات والے بھی اصحابِ قلم ہیں ان کے رد کے لئے ان سے زیادہ زوردار قلم کی ضرورت ہے۔ اور مودودی صاحب نے اسی شدت سے ان پر کلام کیا ہوگا جن کے یہ مضامین مستحق ہیں مگر تحریرات کے پڑھنے کے بعد مجھے اپنے اس تخیل میں کچھ پیچھے ہٹنا پڑا کہ جس شدت سے رد کے وہ مضامین مستحق تھے مودودی صاحب کا قلم ان کے خلاف چلتا تو ضرور ہے۔ اور یقیناً انھوں نے اُن کے خلاف بہت کچھ لکھا مگر قلم کا زور بہت ہلکا رہا۔

دوسرے وہ مضامین جو مذہبیات بالخصوص اجتہاد و تصوف اور اسلاف کی علمی تحقیقات کے متعلق ہیں ان کے متعلق یہ تو مجھے معلوم تھا کہ مودودی صاحب ان کے خلاف ہیں مگر میرے ذہن میں یہ نہیں تھا کہ ان کے خلاف جب مودودی صاحب کا قلم چلتا ہے تو وہ اس قدر بے قابو ہو جاتا ہے کہ ان کے ذہن میں یہی نہیں رہتا کہ میں کس کے خلاف قلم چلا رہا ہوں۔ معلوم نہیں آپ نے بھی کبھی اس طرف التفات فرمایا یا نہیں۔ اس کی طرف تو میں آگے چل کر آپ کی توجہ مبذول کراؤں گا۔ اس وقت تو مجھے یہ عرض کرنا تھا کہ بندہ کے مشورہ میں دو نوع کے آدمیوں کے لئے کیوں فرق رہا اور ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ پہلی قسم کے مضامین سے عام دیندار اور عمومی عربی طلبہ

ناواقف ہیں اور ان کو ان سے نہ مناسبت نہ دلچسپی اس لئے اس نوع کے مضامین تو ان کے لئے مدّ زائد اور ناقابل غور بن جاتے ہیں، دوسری قسم کے مضامین سے ان کو دلچسپی بھی ہوتی ہے۔ ان سے وہ متاثر بھی ہوتے ہیں اس لئے ان مضامین کے مضرات سے ان کو نفع کے بجائے کئی نوع کے نقصان پہنچ جاتے ہیں جن میں کا ادنیٰ درجہ اسلاف واکابر کی شان میں گستاخی ہے۔ اس قسم کے الفاظ سے آپ بھی بے خبر نہیں ہوں گے۔ مثلاً

حضرت عثمان رضؓ میں خلافت کی اہلیت نہ تھی مجھے معلوم نہیں ابوحنیفہؒ کوئی نیک آدمی تھا یا فاسق فاجر اس کے متعلق جو روایات نقل کی جاتی ہیں وہی کون سی قطعی ہیں۔

یہ بخاریؒ (شریف) کا بُت کب تک بغل میں دبائے پھروگے، وغیرہ وغیرہ،

کثیر الفاظ جن کو نقل کرنے سے بھی دل زخمی ہوتا ہے یہ الفاظ اب ایسے نہیں رہے جن کو یہ کہہ کر ٹال دیا جائے کہ روایات غلط پہنچتی ہیں۔ رسالہ زندگی، اکتوبر ۴۹ء کا وہ مضمون جس کا قاری صاحب نے اپنے فتوے کے صفحہ ۲۸ پر حوالہ دیا ہے آپ نے ملاحظہ فرمایا ہوگا۔ اور یہ بھی

آپ نے اندازہ کر لیا ہو گا کہ امیرِ جماعت نے جو جواب اس کا
مرحمت فرمایا اس میں سائل کے جذبات، استنکاف کی کچھ
تائید ہی کر دی، ایسی چیزوں کا یہ اثر ہے کہ جماعت کے افراد
میں بالعموم مقتدایانِ امت کا استخفاف روز افزوں ہے
اور اس پر وہ بجائے متأثر و متأسف ہونے کے فخر کرتے ہیں
کہ ہم شخصیت پرستی کے جذبے سے بالاتر ہیں آپ ہی سے
پوچھتا ہوں کیا یہ امور حضور ﷺ کے پاک ارشاد اَنْزِلُوا النَّاسَ
مَنَازِلَهُمْ کے خلاف نہیں۔ کیا اس قسم کی حرکات لَيْسَ مِنَّا
مَنْ لَمْ يُوَقِّرْ كَبِيْرَنَا میں داخل نہیں؟ ان ہی وجوہ سے
میں عربی طلباء کے لئے ان کتب کے مطالعہ کو مضر سمجھتا رہا مگر میرے
اس مشورہ کو یہ کہہ کر رد کر دیا جاتا کہ ایسے لٹریچر کو غور سے پڑھنے
کی نوبت نہیں آئی حالانکہ لٹریچر کی یہ ایسی معروف چیز تھی
جس میں کسی معمولی نظر والے کو تردد نہ ہونا چاہیے تھا اور اس خیال
میں یہ ناکارہ تنہا نہ تھا بلکہ آپ کے سہارنپوری جماعت کے سب
افراد کو یہ معلوم تھا کہ ہم سب لوگ اسی خیال کے ہیں۔ پھر
کبھی اب تک نہیں سمجھا کہ آپ کی جماعت کے نوعمروں کو کیا غلط
فہمی ہم لوگوں کے متعلق تھی جس کی وجہ سے وہ بار بار حضرت ناظم
صاحب سے یہ مطالبہ کرتے تھے کہ اگر اربابِ مدرسہ ان کتب کو
طلباء کے لئے مضر سمجھتے ہیں تو وہ آخر اعلان کیوں نہیں کرتے تمام سال

میں جب بھی شوریٰ میں اس سلسلہ کا کوئی تذکرہ آیا حضرت ناظم
صاحب نے اس پر زور دیا کہ وہ لوگ خود بھی مطالبہ کرتے ہیں کہ اگر
مدرسہ خلاف ہے تو کیوں اعلان نہیں کرتا اور میں ہر مرتبہ شدت
سے اُس پر زور دیتا رہا کہ جب سب کو ہم لوگوں کا خیال معلوم ہے
تو پھر کونسی ضرورت اعلان کی باقی رہی۔ مگر میری حیرت کی انتہا نہ رہی
جب پچیس ۲۵ جمادی الاول کی شوریٰ میں جناب نے اپنی سادگی سے
خود یہی تجویز پیش کردی کہ طلبہ کو جمع کر کے ان کتب کے دیکھنے کو
روک دیا جائے میں خود اس جلسہ میں موجود رہوں گا۔ جناب نے
یہ بھی فرمایا تھا کہ مسائل میں اختلاف تو ہوا ہی کرتا ہے۔ مسائل میں
ہم ان کے موافق نہیں ہیں۔ صرف تنظیم میں موافق ہیں۔ میں خود
اپنے مجامع میں ان مسائل کے خلاف کہتا رہتا ہوں جن کو ہماری
جماعت سے اختلاف ہے۔ جناب کے اس رویہ کو دیکھتے ہوئے مولانا
اسعد اللہ صاحب نے یہ تجویز پیش کی تھی کہ آپ خود ہی اس
مضمون کی تقریر فرما دیں جس پر آپ نے گمنام اشتہاروں پر
اپنے تاسف کا اظہار فرماتے ہوئے خود تقریر کرنے سے عذر کیا اور
جلسہ میں خود موجود رہنے کو کافی بتایا۔ اس قرارداد پر شام کو دارالحدیث
میں وہ اعلان ہوا پھر معلوم نہیں کیا اسباب ایسے پیش آئے جن
کی وجہ سے چار ہی دن بعد جناب کو نواب نور الرحمٰن کے مکان میں
بڑے شد و مد کے ساتھ اس اعلان والی تقاریر کی تردید فرمانی

پڑی جو کم از کم میری توقع کے بالکل خلاف تھی۔ میں یہ سمجھ رہا تھا کہ جیسا کہ آپ نے ۲۵ جمادی الاولیٰ والے شوریٰ میں فرمایا ہے اس اجتماع میں جو آپ کی ہی جماعت کا ہے مودودی صاحب کے اُن مسائل پر جو ہمارے مسلک کے خلاف ہیں شدت سے انکار فرمائیں گے، مگر ہوا یہ کہ آپ نے ان تعاریر کی بڑی شدت سے تردید فرمائی جو خود آپ ہی کے مشورہ سے میری رائے کے خلاف قرار پائی تھیں اور میری حیرت کی انتہا نہ رہی جب میں نے آپ جیسے ذی علم کی طرف سے یہ سُنا کہ مودودی صاحب کے اجتہاد کے سلسلہ میں آپ نے ابن تیمیہ اور شاہ ولی اللہؒ صاحبؒ کا تذکرہ بھی فرمایا، اس کے متعلق میں اتنا ہی کہہ سکتا ہوں کہ مودودی صاحب کی اس تحریرع کی طرف جناب کو متوجہ کر دوں

---

ع مودودی صاحب کی وہ تحریر یہ ہے: ڈاکٹر صاحب نے سرسید اور مولوی عبداللہ چکڑالوی کے متعلق جو نوٹ لکھے ہیں وہ نظر ثانی کے محتاج ہیں اوّل تو ان دونوں حضرات کا ذکر مجدد صاحبؒ شاہ ولی اللہ صاحب شاہ اسمٰعیل شہیدؒ اور سید احمد بریلوی کے سلسلہ میں لانا یہ غلط فہمی پیدا کرتا ہے کہ گویا یہ بھی اسی سلسلہ کے آدمی ہیں، دشتان ما بین ھٰولاء و ھٰولاء۔ پھر سرسید کے کام کو اصلاح اور تنقید عالی کے الفاظ سے تعبیر کرنا اور یہ کہنا کہ مسلمانوں میں ان کے رباقی اگلے صفحہ پر

جو انھوں نے ترجمان القرآن بابت ماہ شوال ۵۹ھ کے صفحہ ۳۸۸ پر اس شخص کے رد میں لکھی ہیں جس نے سرسید اور مولوی عبداللہ چکڑالوی کے تذکرہ میں مجدد صاحب اور شاہ ولی اللہ صاحب کا ذکر کر دیا تھا۔ مودودی صاحب کے ساتھ چاہے آپ کو کتنا ہی تعلق ہو مگر آپ جب ایک عالم کی حیثیت سے سامنے آرہے تھے تو آپ کو بے لاگ تبصرہ کرنا چاہیئے تھا۔ ایسا نہ ہو کہ آپ بھی قرآن پاک پر ظلم کرنے والے بن جائیں۔

---

بقیہ صفحہ ۲۷ کا) بعد جتنی اہم مذہبی سیاسی، اجتماعی ادبی و تعلیمی تحریکیں اٹھی ہیں ان سب کا سررشتہ کسی نہ کسی طرح ان سے ملتا ہے، در اصل مبالغہ کی حد سے بھی متجاوز ہے۔ علیگڈھ کے تعلق کی وجہ سے ڈاکٹر صاحب کو خواہ سرسید سے کتنی ہی ارادت ہو مگر جب وہ ایک مسلمان محقق کی حیثیت سے سامنے آرہے ہیں تو انھیں بے لاگ حق کا اظہار کرنا چاہیئے سچ یہ ہے کہ ۵۷ء کے بعد سے اب تک جس قدر گمراہیاں مسلمانوں میں پیدا ہوئی ہیں ان سب کا شجرۂ نسب بالواسطہ یا بلا واسطہ سرسید کی ذات تک پہنچتا ہے۔ وہ اس سرزمین میں تجدد کے امام اول تھے اور پوری قوم کا مزاج بگاڑ کر دنیا سے رخصت ہوئے۔ رہے مولوی عبداللہ چکڑالوی تو ان کو قرآن کا بڑا عالم کہنا قرآن پر ظلم ہے۔ ایک بہکا ہوا آدمی جس کے ذہن کا توازن بگڑا ہوا ہو علم قرآن کی دولت سے کچھ بہرہ نہیں پا سکتا۔

آپ کے اس اجتماع میں ہر شخص نے اس پر زور دیا کہ ان لوگوں کو لٹریچر پڑھنے کی تو نوبت نہیں آئی سنی سنائی باتوں پر حکم لگاتے ہیں اس نے مجھے بھی مجبور کیا اس لئے بہت سا وقت خرچ کر کے بہت غور سے لٹریچر کا مطالعہ کرنا شروع کیا اور جتنا آگے بڑھتا جاتا تھا آپ پر اور صرف آپ پر میری حیرت میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔ مجھے اپنے ان دوستوں پر حیرت نہیں ہوئی جو اوّل ہی سے اجتہاد کے باب میں وسیع الخیال تھے یا تصوف سے کسی زمانہ میں نامانوس رہ چکے تھے۔ نہ ان نوعمروں پر تعجب ہوا جن کو دینیات میں زیادہ رسوخ پیدا نہیں ہوا تھا۔ لیکن آپ پر اس لئے زیادہ تعجب ہوا کہ میرے علم اور تجربے میں اب تک آپ دینیات میں راسخ تھے میری عقل حیران ہے کہ لٹریچر کے تجددات کو آپ کس طرح برداشت کر رہے ہیں ان سب پر تفصیلی رائے کے لئے تو بڑا وقت چاہیئے لیکن چند امور کی طرف میں آپ کی توجہ کو خصوصی طور پر مبذول کرانا چاہتا ہوں۔

# مودودی صاحب کی تفسیر بالرائے

میری نگاہ میں لٹریچر میں سب سے زیادہ سخت اور خطرناک چیز مودودی صاحب کی قرآن پاک کی تفسیر بالرائے ہے جس کے متعلق وہ اس کا اعتراف کرتے ہیں کہ انھوں نے اس میں منقولات کی طرف التفات کی ضرورت نہیں سمجھی وہ اپنی تفسیر کی ابتدا میں لکھتے ہیں۔

"اس میں جس چیز کی کوشش میں نے کی ہے وہ یہ ہے کہ قرآن کو پڑھکر جو مفہوم میری سمجھ میں آتا ہے اور جو اثر میرے قلب پر پڑتا ہے۔ حتیٰ الامکان جوں کا توں اپنی زبان میں منتقل کر دوں۔ (ترجمان محرم ۶۱ھ صہ ۲)

اس سے بڑھ کر یہ ہے کہ مودودی صاحب اس کو صرف اپنی ذات تک نہیں بلکہ اپنی ساری جماعت کو اسی نہج پر چلانا چاہتے ہیں۔ وہ تعلیم کی اصلاح کے سلسلہ میں لکھتے ہیں۔

"اس طرز تعلیم کو بدلنا چاہئے قرآن وسنت رسول کی تعلیم سب پر مقدم ہے مگر تفسیر وحدیث کے پرانے ذخیروں سے نہیں اُن کے پڑھانے والے ایسے ہونا چاہئیں جو قرآن وحدیث کے مغز کو پا چکے ہیں" تنقیحات صفحہ ۱۲۶

مولوی صاحب، ان الفاظ کو بہت غور و فکر سے پڑھئے اور سوچئے

کہ دین کہاں جارہا ہے اور وہ جماعت کہاں جائیگی جو تفسیر و حدیث کے پرانے ذخیروں سے بچا کر لے جائی جائیگی۔

وہ اصلاحِ تعلیم ہی کے سلسلہ میں ایک دوسرے مضمون میں لکھتے ہیں۔

قرآن کے لئے کسی تفسیر کی حاجت نہیں ایک اعلیٰ درجہ کا پروفیسر کافی ہے۔ جس نے قرآن کا بنظر غائر مطالعہ کیا ہو۔ اور جو طرزِ جدید پر قرآن پڑھانے اور سمجھانے کی اہلیت رکھتا ہو وہ اپنے لکچروں سے انٹرمیڈیٹ ہیں طلبہ کے اندر قرآن فہمی کی ضروری استعداد پیدا کرے گا۔

(تنقیحات صہ ۲۱۲)

کیا اس قسم کے مضامین کو پڑھتے وقت ان احادیث کی طرف کبھی آپ کا ذہن منتقل نہیں ہوتا جن میں تفسیر بالرائے کی مذمت اور وعیدیں آئی ہیں مثلاً حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد مَنْ قَالَ فِی الْقُرْاٰنِ بِرَاْیِہٖ فَلْیَتَبَوَّأْ مَقْعَدَہٗ مِنَ النَّارِ اور مَنْ قَالَ فِی الْقُرْاٰنِ بِرَاْیِہٖ فَاَصَابَ فَقَدْ اَخْطَأَ (مشکوٰۃ)

وہ تفسیر و حدیث کے پرانے ذخیروں سے بے نیاز کر کے براہِ راست تدبر فی القرآن کی ہر جگہ دعوت دیتے ہیں اور خود اس کا اعتراف بھی کرتے ہیں کہ

"یوں تو قرآن مجید کی آیات میں معنوی تحریف کرنے کی ہر

زمانہ میں کوششیں کی گئی ہیں اور ہر دور میں کج نظر لوگوں
کا یہی شیوہ رہا ہے کہ کتاب الہٰی کے واضح ارشادات کو توڑ
مروڑ کر اپنے نفس کی خواہشات یا اپنے دوستوں کے رجحانات
ومطالبات کے مطابق ڈھالتے رہے ہیں (تفہیمات صـ ۱۸۲)

اب آپ ہی خیال فرمائیں کہ ان تحریفات سے اگر حفاظت کی کوئی صورت تھی تو وہ تفسیر وحدیث کے پرانے ذخیروں میں ہی تھی لیکن ان کو اب آپ دفن کرنا چاہتے ہیں اس کے بعد آپ خود سوچیے کہ عند اللہ وعند الناس آپ پر اور اُن سب اہل حق پر (جن کی رواداری نہ تائید سے مودودی صاحب کی تالیفات اور ان کی خود ساختہ تفسیر قرآن لوگوں کے یہاں قابل اعتماد بن رہی ہے) کیا یہ ذمہ داری عائد نہیں ہوتی کہ وہ یا علی رؤس الاشہاد یہ اعلان کریں کہ ہمارے طرز عمل سے مودودی صاحب کی تفسیر کو کوئی صاحب حجت اور معتبر نہ مانیں یا پھر وہ ان کی آزادانہ تفسیر کو غور سے ملاحظہ کرنے کے بعد جہاں جہاں جمہور اہل حق سے انہوں نے خلاف کیا ہے ان پر تنبیہ کریں اور بتلائیں کہ ان مواقع میں جمہور اہل حق سے انکو اختلاف ہے جس طرح حضرت تھانوی قدس سرہ، نے دو رسالے اصلاح ترجمہ نذیریہ [۱۹] اور اصلاح ترجمہ مرزا حیرت [۱۹] تحریر فرمائے ہیں ورنہ آپ خود سوچ لیجیے کہ آپ کی اجمالی تائید سے ان کے سب مضامین کی آپ کی طرف سے توثیق ہوتی ہے اور ان میں قرآن پاک کی آیات کی وہ تفاسیر بھی شامل ہیں جن کی تفسیر موصوف نے جمہور کے خلاف اپنی آزادانہ رائے سے کی ہے۔

آپ حضرات کا اپنی تنہائیوں میں یہ کہدینا کہ ہم نے ان مضامین یا ان تفاسیر کی تائید نہیں کی ہرگز کافی نہیں جبکہ مجامع میں تقریر و تحریر سے آپ ان کی اور ان کے لٹریچر کی تائید اور تحسین فرماتے ہوں جو حقیقت میں توثیق و تصدیق ہے اور میری ناقص نگاہ میں اس کی زیادہ ذمہ داری آپ پر اور مولانا ابوالحسن علی ندوی زاد مجدہٗ پر خصوصیت سے عائد ہوتی ہے کہ آجکل علماء تفسیر میں آپ کا عام طور پر شمار ہے، آپ حضرات کی اجمالی تائید آپ کی طرف سے موصوف کی تفسیر کی دلالۃً توثیق و تصدیق ہے اور اس سے آپ دونوں انکار نہیں کر سکتے کہ ان کی تفسیر قرآن میں بہت سی جگہ جمہور کا خلاف کیا گیا ہے۔ ع : پھر نہ کہنا ہمیں خبر نہ ہوئی۔

## مودودی صاحب کے نزدیک عبادت کا مفہوم

دوسرا بنیادی، اساسی اور کلی اختلاف عبادت کے مفہوم میں ہے، میرا خیال ہے کہ مودودی صاحب جو عبادت کا مفہوم بتلاتے ہیں وہ نہ صرف یہ کہ ہمارے خلاف ہے بلکہ دنیائے اسلام کے خلاف ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے لیکر اب تک عبادت کا مفہوم کسی کے نزدیک بھی یہ نہیں رہا جو مودودی صاحب تجویز کرتے ہیں اور نہ صرف دنیائے اسلام بلکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے صریح ارشادات کے بھی خلاف ہے اور یہ چیز ان کی تمام تالیفات میں بہت کثرت سے پائی جاتی ہے۔ معلوم نہیں آپ نے کبھی اس طرف التفات بھی فرمایا یا نہیں انہوں نے اپنے خطبات میں اپنے اختراعی معنیٰ پر زور دیا ہے اور اپنے زور قلم سے عبادات کو غیر

عبادات کے ساتھ ایسا خلط کر دیا کہ جماعت کے ذہنوں سے عبادات کا مفہوم بالکل نکل جائے گا وہ خود لکھتے ہیں کہ،

انسان کے مذہبی تصورات میں عبادات کا تصور سب سے پہلا اور اہم تصور ہے بلکہ صحیح یہ ہے کہ مذہب کا بنیادی تصور عبادت ہی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج تک نوع انسانی کے جتنے مذاہب کا پتہ چلا ہے ان میں سے ایک بھی عبادت کے تخیل و تصور سے خالی نہیں (تفہیمات ص ۳)

آپ خود خیال فرمائیں کہ عبادات کے مفہوم کی اہمیت کو ماننے کے باوجود جب وہ عبادات کو غیر عبادت کے ساتھ خلط ملط کر دیں گے تو عبادت کا مفہوم اور اس کی اہمیت جماعت میں کیسے باقی رہ سکتی ہے۔ میری نگاہ میں یہ بہت اہم چیز ہے۔ جب لوگوں کی نگاہ سے عبادات کی تمیز اور تشخص جاتا رہے گا تو عبادات کی اہمیت قطعاً جاتی رہیگی۔ اب اس کو ملاحظہ فرمائیں کہ وہ عبادات کی نئی تفسیر کیا کرتے ہیں وہ لکھتے ہیں۔

"غلط کہتا ہے جو کہتا ہے کہ عبادت صرف تسبیح و مصلّی اور مسجد و خانقاہ تک محدود ہے۔ مومنِ صالح صرف اسی وقت اللہ کا عبادت گذار نہیں ہوتا جب وہ دن میں پانچ وقت نماز پڑھتا ہے

اور بارہ مہینوں میں ایک مہینہ کے روزے رکھتا ہے
اور سال میں ایک وقت زکوٰۃ دیتا ہے اور عمر بھر میں
ایک مرتبہ حج کرتا ہے بلکہ در حقیقت اس کی ساری زندگی
عبادت ہی عبادت ہے جب وہ کاروبار میں حرام کے
فائدوں کو چھوڑ کر حلال کی روزی پر قناعت کرتا ہے
تو کیا وہ عبادت نہیں کرتا۔ جب وہ معاملات میں ظلم و
جھوٹ اور فریب اور دغا سے پرہیز کر کے انصاف اور
راستبازی سے کام لیتا ہے تو کیا یہ عبادت نہیں ہے
پس حق یہ ہے کہ اللہ کے قانون کی پیروی اور اس کی
شریعت کے اتباع میں انسان دین اور دنیا کا جو کام بھی
کرتا ہے وہ سراسر عبادت ہے حتیٰ کہ بازاروں میں اسکی
خرید و فروخت اور اپنے اہل و عیال میں اسکی معاشرت
اور اپنے خالص دنیوی اشغال میں اس کا انہماک بھی عبادت
ہے (تفہیمات ص۵۵)

ظاہری نظر میں یہ مضمون بہت بہترین اور دین کی اہمیت پیدا
کرنے والا ہے لیکن آپ نے غور فرمایا کہ کس طرح عبادات کو غیر عبادت
کے ساتھ خلط کر دیا گیا۔ حدیث کا ادنیٰ سے ادنیٰ طالب علم بھی یہ
فرق ضرور سمجھتا ہو گا کہ عبادات و معاملات دو چیزیں علیحدہ علیحدہ
ہیں۔ کتب حدیث دفقہ اوّل سے لے کر آخر تک ساری کی

ساری اس فرق سے لبریز ہیں کہ عبادات و معاملات دو علیحدہ چیزیں ہیں۔ معاملات میں اگر حدود اللہ کی رعایت ہو اور اللہ کی رضا اس میں ملحوظ ہو تو اس کی وجہ سے ان پر عبادات کی طرح سے ثواب ملجانا امر آخر ہے۔ اور ضرور ملتا ہے اور اس اجر و ثواب کی وجہ سے نصوص میں ان پر کہیں کہیں عبادت کا مجازاً اطلاق بھی کر دیا گیا لیکن کیا اس وجہ سے کہ ان پر بھی اجر مل جاتا ہے وہ عبادات کے مفہوم میں داخل ہو جائیں گے یہ ایسا ہے جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا من جھز غازیًا فی سبیل اللّٰہ فقد غزا و من خلف غازیًا فی اھلہٖ فقد غزا (مشکوٰۃ)

کیا کوئی حدیث پر ادنیٰ نظر رکھنے والا بھی اس حدیث سے یہ سمجھیگا کہ کسی مجاہد کی مدد کرنا یا اس کے اہل و عیال کی خبر لینا حقیقی جہاد ہے۔ اللہ جل شانہٗ کا ارشاد ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَھُمْ (الاٰیۃ)۔

اس آیت شریفہ میں ظاہر ہے کہ بیع و شراء سے اس کی حقیقت شرعیہ مراد نہیں ہے بلکہ معنیً مجازی مراد ہیں۔ جیسا کہ امام سرخسی نے مبسوط صفحہ ۲۴۸ جلد نمبر (۲) میں اس کی تصریح کی ہے۔ اسی طرح مجازاً ہر فعل ثواب پر عبادت کا اطلاق اس کی حقیقتِ شرعیہ کو نہیں بدل سکتا ہے۔ علامہ شامی رحمہ اللہ کے قول کو مودودی صاحب جتنا بھی ناقابل التفات سمجھتے ہوں سمجھتے رہیں لیکن غالباً آپ تو ابھی تک ایسا نہیں

سمجھتے ہوں گے وہ لکھتے ہیں۔ العبادۃ عبارۃ عن الخضوع والتذلل وحدھا فعل لایراد بہ الا تعظیم اللہ بامرہٖ ۲۲ الخ شامی ص۲۵۰ جلد (۲) حقیقت عبادت یہی چیز ہے۔

اسی مضمون کو حضرت اقدس شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے حجۃ اللہ البالغہ میں مفصل ذکر فرمایا ہے۔ وہ فرماتے ہیں۔ اعلم ان مبنیٰ الشرائع علی تعظیم شعائر اللہ والتقرب بھا الیہ تعالیٰ اس کے بعد فرماتے ہیں ومعظم شعائر اللہ اربعۃ القراٰن والکعبۃ والنبی والصلوٰۃ ۲۳ حجۃ اللہ ص۶۹ باب تعظیم شعائر اللہ۔

علامہ مناوی لکھتے ہیں العبادۃ اقصیٰ غایۃ الخضوع و تعارت فے الشرع فیما جعل علامتہ لنہایۃ الخضوع من صلوٰۃ وصوم وجہاد وقراۃ اھ ۲۴ (شرح ص۷۹)

امام غزالیؒ کی احیاء کے متعلق تو خود مودودی صاحب کو بھی اعتراف ہے کہ اس میں ایک ایک برائی کے جڑ اور اس کی نفسیاتی اور تمدنی اسباب کا کھوج لگایا ہے اور اسلام کا صحیح اخلاقی معیار پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ (تجدید) احیاء دین ترجمان ص۳۰۵ مگر اس بنیادی چیز کو امام غزالیؒ بھی نہ سمجھے کہ انہوں نے اسی احیاء میں ربع العبادات کو اخلاقیات وغیرہ سے علیحدہ کر دیا بلکہ نعوذ باللہ شاید خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم بھی اسلام کی اس بنیادی حقیقت کو نہ سمجھے جس کو

مودودی صاحب کی ذکاوت نے سمجھ لیا۔ ہزاروں احادیث اس پر شاہد ہیں کہ عبادات کا حقیقی مفہوم وہی ہے جو اب تک ساری دنیا سمجھتی آئی ہے۔

## عبادت کے متعلق چند احادیث نبویہ

چند احادیث کی طرف مثال کے طور پر آپ کی توجہ مبذول کراتا ہوں، عن عطاء رضؓ قلت لعائشۃ اخبرینی باعجب ما رأیت من رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قالت لم یکن عجباً اتانی اللیلۃ فدخل معی فی لحافی ثم قال ذرینی اتعبد لربی فقام فتوضأ ثم قام یصلی (الحدیث)

کیا یہ حدیث اس باب میں نص نہیں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بیوی کے پاس لیٹے ہوئے یہ کہہ کر اٹھ جاتے ہیں کہ مجھے چھوڑ میں تو اپنے رب کی عبادت کروں گا۔ اور یہ کہہ کر نماز شروع فرما دیتے ہیں۔ کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی نعوذ باللہ اسی غلط فہمی میں مبتلا تھے۔ جس میں ساری دنیا مبتلا ہے کہ عبادت چند مناسک ہی کا نام ہے۔ متعدد روایات میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کیا گیا ہے۔ مَا اوحی الیَّ اَنْ اجمع المالَ واکونَ مِنَ التاجرین ولکن اوحیٰ الیَّ ان سبح بحمد ربک وکن من الساجدین واعبد ربک حتیٰ یاتیک الیقین۔

(ردد ۲ ص ۱۰۹ مشکوٰۃ)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ مجھے مال جمع کرنے اور تجارت کا حکم نہیں دیا مجھے تسبیح سجدہ اور عبادت کا حکم دیا گیا ہے کسی صحابی نے بھی یہ نہ پوچھ لیا کہ حضور تجارت تو خود عبادت ہے وہ تو واعبد میں آگئی آپ اس کی نفی کیوں فرما رہے ہیں اللہ جل جلالہٗ کا ارشاد ہے یا ابن آدم تفرغ لعبادتی املأ صدرک غنی واسد فقرک (الحدیث[۲۷]) مشکوٰۃ

جبکہ تجارت وغیرہ خود عبادت ہی ہے۔ پھر کس چیز کے لئے حق تعالیٰ شانہٗ فراغت حاصل کرنے پر اس کا احسان فرما رہے ہیں کہ میں تیرا فقر دور کردوں گا۔ دوسری حدیث میں ہے۔ ذکر رجل عند رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بعبادۃ واجتھاد و ذکر اخر برعۃ فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا تعدل بالرعۃ[۲۸] (مشکوٰۃ)

یہاں نہ تو کسی صحابی کو پتہ چلا نہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کہ تقویٰ اور عبادت تو ایک ہی چیز ہے یہ تقویٰ کا اور عبادت کا مقابلہ کیسا۔ واخرج الشیخان عن انس قال جاء ثلثۃ رھط الی بیوت ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم یسئلون عن عبادۃ النبی صلے اللہ علیہ وسلم فلما اخبروا کانھم تقالوھا[۲۹]

یہ صحابہ کرام کس چیز کو عبادت سمجھ رہے تھے اور ازواج

مطہرات کو بھی عبادت کے مفہوم کا پتہ نہ چلا انہوں نے بھی اس سوال کے جواب میں وہی پوجا پاٹ کی باتیں بتا دیں. آپ ساری کتب حدیث کو تلاش کر لیجیے. محدثین رح جہاں کہیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کا عنوان قائم کریں گے. اور اس میں روزہ نماز وغیرہ کا ذکر کریں گے. دوسری طاعات بھی ذکر نہ کریں گے. چہ جائیکہ معاملات خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے فضل العالم علی العابد کے بارے میں جتنی روایات حدیث کی کتابوں میں وارد ہیں اگر ان میں عبادت کا یہی مفہوم نہیں جس کو غلط بتایا جا رہا ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ سارے ارشادات بے معنیٰ ہو جائیں گے. عَنْ اَبِی سَعِیْدٍ رض قَالَ رَجُلٌ اَیُّ النَّاسِ اَفْضَلُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ مُوْمِنٌ مُجَاهِدٌ بِنَفْسِهٖ وَمَالِهٖ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ قَالَ ثُمَّ مَنْ قَالَ ثُمَّ رَجُلٌ مُعْتَزِلٌ فِیْ شِعْبٍ مِنَ الشُّعُوْبِ یَعْبُدُ رَبَّهٗ (کَذَا فِی التَّرْغِیْب صـ ۴۹)

یہ عبادتِ رب کیا چیز تھی جو جہاد کے مقابلہ میں ذکر کی گئی.

ان روایات اور ان جیسی روایات کو کتب احادیث سے ملاحظہ کیجیے اور پھر سارے لٹریچر سے عبادات کے مفہوم میں جس زور قلم سے مودودی صاحب نے تحریف کی ہے اس کو غور سے ملاحظہ کیجیے

افسوس کہ عبادت کے اس صحیح اور حقیقی مفہوم کو
مسلمان بھول گئے انہوں نے چند مخصوص اعمال کا

نام عبادت رکھ لیا اور سمجھے کہ بس انہیں اعمال کو
انجام دینا عبادت ہے۔ اور ان ہی کو انجام دیکر عبادت
کا حق ادا کیا جاسکتا ہے۔ اس عظیم الشان غلط فہمی نے
عوام اور خواص دونوں کو دھوکے میں ڈال دیا ہے عوام
نے اپنے اوقات میں سے چند لمحے خدا کی عبادت کیلئے
مختص کر کے باقی تمام اوقات کو اس سے آزاد کر لیا،
قانون الہٰی کی دفعات میں سے ایک ایک دفعہ کی
خلاف ورزی کی، جھوٹ بولے غیبت کی، بدعہدیاں
کیں۔ مگر پانچ وقت کی نماز پڑھ لی، زبان اور حلق
کی حد تک قرآن کی تلاوت کر لی۔ سال میں مہینہ بھر
کے روزے رکھ لے اپنے مال میں سے کچھ خیرات کر دی
ایک مرتبہ حج بھی کر آئے اور سمجھے کہ ہم خدا کے عبادت
گذار بندے ہیں۔ کیا اسی کا نام خدا کی عبادت ہے۔

(تفہیمات صفحہ ۵۸)

کون کہتا ہے کہ حرام کام حرام نہیں ہیں نا جائز امور معصیت
نہیں ہیں۔ ان کے کرنے پر عذاب نہ ہوگا۔ ان پر سزا نہ ہوگی، لیکن کیا
یہ بھی صحیح ہے کہ نا جائز امور کے ساتھ اگر وہ عبادتیں کی جائیں جو
حقیقتہً عبادت ہیں تو وہ عبادت بھی عبادت نہ رہے گی، کیا اہل
سنت والجماعت کا یہی مسلک ہے کہ معاصی اور گناہوں سے عبادتیں

بھی ضائع ہو جاتی ہیں۔ اگر عبادات کے عبادت ہونے کا یہی مطلب ہے جو مودودی صاحب نے اختراع کیا ہے کہ معاصی کرنے سے عبادات عبادت نہیں رہتیں تو اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِہٖ وَ یَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِکَ لِمَنْ یَّشَآءُ[31] کا پھر کیا مطلب ہے وَ الَّذِیْنَ خَلَطُوْا عَمَلًا صَالِحًا وَّ اٰخَرَ سَیِّئًا[32] کا کیا مقصد رہا۔ ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْکِتٰبَ الَّذِیْنَ اصْطَفَیْنَا مِنْ عِبَادِنَا فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ وَ مِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ وَ مِنْهُمْ سَابِقٌۢ بِالْخَیْرٰتِ[33]

کیا یہ تینوں قسمیں اللہ کے برگزیدہ بندوں کی نہیں ہیں عبادت گذاروں کی نہیں ہیں۔ اس آیت شریفہ کی تفسیر میں جو روایات حدیث میں وارد ہوئی ہیں وہ مودودی صاحب کی نظر سے تو اس لئے نہیں گذریں کہ ان کو قرآن پاک کے فہم کے لئے کسی تفسیر کی ضرورت نہیں اور وہ اپنی جماعت کو قرآن و حدیث کے پرانے ذخیروں سے بچا کر لے جانا چاہتے ہیں لیکن کیا آپ کی نظر سے بھی وہ احادیث نہیں گذریں جو حضورؐ سے اس آیت کی تفسیر میں نقل کی گئی ہیں کیا آپ کی نظر سے یہ حدیث نہیں گذری۔ اَنَّہٗ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ قَالَ فِیْ ھٰذِہِ الْاٰیَۃِ ھٰٓؤُلَآءِ کُلُّھُمْ بِمَنْزِلَۃٍ وَّاحِدَۃٍ وَّ کُلُّھُمْ فِی الْجَنَّۃِ[34]

اور اس سے واضح الفاظ میں کتنی روایات اس سلسلہ میں وارد ہوئی ہیں لیکن مودودی صاحب گناہوں کی وجہ سے عبادات کو عبادت ہونے سے نکال رہے ہیں۔

تجدید واحیاء دین میں مودودی صاحب لکھتے ہیں۔

کیا عبادت اسی کا نام ہے کہ کفار چار دانگ عالم میں شیطانی فتوحات کے ڈنکے بجاتے پھریں اور تم خدا کی زمین اور خدا کی مخلوق کو ان کے لئے چھوڑ کر نمازیں پڑھنے، روزے رکھنے اور ذکر و شغل کرنے میں منہمک ہو جاؤ۔ اگر عبادت یہی ہے جو تم کر رہے ہو اور اللہ کی عبادت کا حق اس طرح ادا ہوتا ہے تو پھر یہ کیا ہے کہ عبادت تم کرو اور زمین کی حکومت و فرماں روائی دوسروں کو ملے کیا معاذ اللہ خدا کا وعدہ جھوٹا ہے جو اس نے قرآن کریم میں تم سے کیا تھا، وعدَ اللّٰہُ الذین اٰمنُوا منکمُ (الآیۃ)

اگر خدا اپنے وعدہ میں سچا ہے اور اگر یہ واقعہ ہے کہ تمہاری اس عبادت کے باوجود نہ تم کو زمین کی خلافت حاصل ہے نہ تمہارے دین کو تمکن نصیب ہے۔ تو تم کو سمجھنا چاہئے کہ تم اور تمہاری ساری قوم عبادت گذار نہیں بلکہ تارکِ عبادت ہے (تفہیمات صفحہ ۵۹)

آپ نے غالباً کسی زمانہ میں مشرقی کا تذکرہ بھی پڑھا ہوگا۔ اس ناکارہ کو تو اس کے مطالعہ میں بھی بڑا وقت ضائع کرنا پڑا

تھا۔ تعجب ہے کہ ایک طرف تو مودودی صاحب مشرقی کی تردید کرتے ہیں۔ دوسری طرف بعینہٖ اس کے نظریہ کو قریب قریب ان ہی کے الفاظ میں نقل کرتے ہیں۔ اس سے کون انکار کر سکتا ہے کہ اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے جو سعی کی جائے وہ بہترین عمل ہے افضل ترین عبادت ہے۔ بڑے بڑے فضائل احادیث میں اس پر وارد ہوئے ہیں بلکہ اس کے چھوڑنے پر سخت وعیدیں آئی ہیں۔

لیکن اس سب کے باوجود میں آپ ہی سے پوچھتا ہوں کہ اگر کوئی شخص کسی عذر سے یا بلا عذر اس کو نہ کرے تو کیا پھر اسکی کوئی عبادت عبادت نہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو ارشاد فرمائیں مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ وَاَقَامَ الصَّلٰوۃَ وَصَامَ رَمَضَانَ کَانَ حَقًّا عَلَے اللّٰہِ اَنْ یُّدْخِلَہُ الْجَنَّۃَ جَاھَدَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَوْجَلَسَ فِیْ اَرْضِہِ الَّتِیْ وُلِدَ فِیْھَا ۳۶ (البخاری)

اور آپ اس کی ساری عبادات سے انکار کر دیں۔ یہ واقعی بڑا تجدیدی کارنامہ ہے۔

اور اس سے زیادہ عجیب بات آیۃ استخلاف سے استدلال ہے اس کے بارہ میں میں عرض کروں گا کہ پہلے تو خود مودودی صاحب کی ایک عبارت ملاحظہ کیجئے وہ لکھتے ہیں۔

یہ دنیوی زندگی چونکہ آزمائش کی مہلت ہے اسلئے نہ یہاں حساب ہے نہ جزا نہ سزا۔ یہاں جو کچھ دیا جاتا

ہے وہ کسی نیک عمل کا انعام نہیں بلکہ امتحان کا سامان ہے اور جو تکالیف مصائب شدائد وغیرہ پیش آتے ہیں وہ کسی عمل بد کی سزا نہیں ۔ لہذا دنیا میں جو کچھ نتائج ظاہر ہوتے ہیں وہ کسی طریقہ یا کسی عمل کے صحیح یا غلط نیک یا بد اور قابل اخذ یا قابلِ ترک ہونے کا معیار نہیں بن سکتے ۔

(ترجمان جلد ۱۷ عدد ۴ ص ۲۷۸)

اس کے بعد میں جناب سے پوچھتا ہوں کہ جن انبیاء کرام علی نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام کو سلطنت نہیں ملی یا ان کی حکومت قائم نہیں ہوئی کیا ان میں سے کوئی بھی عبادت گذار نہ تھا۔ کیا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے مکی زندگی میں بالکل بھی عبادت نہیں کی۔ کم از کم اتنا تو آپ کو ماننا ہی پڑے گا کہ جب تک یہاں اسلامی حکومت قائم نہ ہو کوئی شخص بھی یہاں عبادت گذار نہیں۔ نسلی مسلمانوں کا تو ذکر ہی کیا یہاں اصلی مسلمان اور صالحین کی جماعت بھی عبادت گذار نہیں رہتی۔ ہم لوگوں کو تو زیادہ اشکال نہیں کہ ہمارے نزدیک جس شخص کو سلطنت نہ ملے وہ شخص اس وجہ سے تارک عبادت نہیں بنتا لیکن آپ سے پوچھتا ہوں کیا آپ کے مجتہد صاحب کے فتوے کے موافق آپ کی ساری جماعت تارک عبادت ہے؟

# حکومتِ الٰہیہ کی حقیقت مودودی صاحب کے الفاظ میں

اس کے ساتھ ہی اس حکومت الٰہیہ کی حقیقت پر مودودی صاحب کے الفاظ میں غور فرمایئے۔ جس کے لئے یہ تمام قرآن و حدیث میں تحریفات کی جارہی ہیں۔ وہ لکھتے ہیں۔

"اسلام اس سے تو کوئی دلچسپی نہیں رکھتا کہ زمین پر ایک سلطنت کا قبضہ رہے یا دوسری سلطنت کا اس کو دلچسپی جس چیز سے ہے وہ محض انسانیت کی فلاح ہے اس فلاح کے لئے وہ اپنا ایک خاص نظریہ اور ایک عملی مسلک رکھتا ہے۔ اس نظریہ اور مسلک کے خلاف جہاں جس چیز کی حکومت بھی ہے اسلام اس کو مٹانا چاہتا ہے قطع نظر اس کے کہ وہ کوئی قوم ہو اور کوئی ملک ہو اور اس کا مدعا اپنے نظریہ اور مسلک کی حکومت قائم کرنا ہے بلا لحاظ اسکے کہ کون اس کا جھنڈا لے کر اٹھتا ہے۔" (تفہیمات صفحہ ۹۳)

اس بلا لحاظ کے لفظ کو ذرا غور سے ملاحظہ فرما کر آگے سنیں۔

اسلام کا جہاد نرا جہاد نہیں ہے بلکہ جہاد فی سبیل اللہ ہے اور فی سبیل اللہ کی قید اس کے ساتھ لازمی قید ہے اس کا لفظی ترجمہ ہے "راہ خدا میں" اس ترجمہ سے لوگ غلط فہمی میں پڑ گئے۔ اور یہ سمجھ بیٹھے کہ زبردستی لوگوں کو اسلام کے مذہبی عقائد کا

پیرو بنانا جہاد فی سبیل اللہ ہے کیونکہ لوگوں کے تنگ دماغوں میں راہ خدا کا کوئی مفہوم اس کے سوا نہیں سما سکتا مگر اسلام کی زبان میں اس کا مفہوم بہت وسیع ہے۔ ہر وہ کام جو اجتماعی فلاح و بہبود کے لئے کیا جائے اور جس کے کرنے والے کا مقصد اس سے خود کوئی دینوی فائدہ اٹھانا نہ ہو بلکہ محض خدا کی خوشنودی حاصل کرنا ہو اسلام ایسے کام کو فی سبیل اللہ قرار دیتا ہے۔ مثال کے طور پر اگر آپ خیرات دیتے ہیں اس نیت سے کہ اسی دنیا میں مادی یا اخلاقی طور پر اس خیرات کا کوئی فائدہ آپ کی طرف پلٹ آئے تو یہ فی سبیل اللہ نہیں اور اگر خیرات سے آپ کی نیت یہ ہے کہ ایک غریب انسان کی مدد کر کے آپ خدا کی خوشنودی حاصل کریں تو یہ فی سبیل اللہ ہے۔ (تفہیمات صفحہ ۱۶۴)

جہاد کے لئے بھی فی سبیل اللہ کی قید اسی غرض کے لئے لگائی گئی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ کوئی شخص یا گروہ جب نظام حکومت میں انقلاب برپا کرنے اور اسلامی نظریہ کے مطابق نیا نظام مرتب کرنے کے لئے جدوجہد کرنے اٹھے تو اس قیام اور سربازی میں اس کی اپنی کوئی نفسانی غرض نہ ہونی چاہیے اس کا مقصد یہ ہرگز نہ ہونا چاہیے کہ قیصر کو ہٹا کر خود قیصر بن جائے۔ اس کی تمام قربانیوں اور ساری

محنتوں کا مدعا صرف یہ ہونا چاہیئے کہ بندگانِ خدا کے درمیان ایک عادلانہ نظامِ زندگی قائم کیا جائے اور اس کے معاوضہ میں خدا کی خوشنودی کے سوا اور کچھ اس کو مطلوب نہ ہو۔

(تفہیمات صفحہ ۶۴)

جہاد کے اس مفہوم اور فی سبیل اللہ کی اصلی معنویت کو مختصراً بیان کر دینے کے بعد اس دعوت انقلاب کی تھوڑی سی تشریح کرنا چاہتا ہوں جو اسلام لے کر آیا ہے۔

یہاں پوری تفصیل کا موقع نہیں مختصراً میں یہ بات آپ کے ذہن نشین کرنا چاہتا ہوں کہ اسلام کی دعوت توحید و خدا پرستی محض اس معنی میں ایک مذہبی عقیدہ کی دعوت نہ تھی جس میں اور دوسرے مذہبی عقائد کی دعوت ہوا کرتی ہے بلکہ حقیقت میں یہ ایک اجتماعی انقلاب کی دعوت تھی۔ (تفہیمات صفحہ ۶۸)

خالص علمی حیثیت سے جب ہم ان اسباب کا تجزیہ کرتے ہیں جن کی وجہ سے جہاد فی سبیل اللہ کی حقیقت کو سمجھنا غیر مسلموں بلکہ خود مسلمانوں کے لئے دشوار ہو گیا تو ہمیں دو بڑی اور بنیادی غلط فہمیوں کا سراغ ملتا ہے پہلی غلط فہمی یہ ہے کہ اسلام کو ان معنیٰ میں محض ایک مذہب سمجھ لیا جن میں لفظ مذہب عموماً بولا جاتا ہے۔ دوسری

غلط فہمی یہ ہے کہ مسلمانوں کو ان معنوں میں محض ایک قوم سمجھ لیا گیا جن میں یہ لفظ عموماً مستعمل ہوتا ہے۔ ان دو غلط فہمیوں نے صرف ایک جہاد ہی کے مسئلہ کو نہیں بلکہ مجموعی حیثیت سے پورے اسلام کے نقشہ کو بدل ڈالا ہے اور مسلمانوں کی پوزیشن کلی طور پر غلط کر کے رکھ دی ہے۔

مذہب کے معنیٰ عام اصطلاح کے اعتبار سے بجز اس کے اور کیا ہیں کہ وہ چند عقائد اور چند عبادات اور مراسم کا مجموعہ ہوتا ہے۔

اسی طرح قوم کے معنیٰ اس کے سوا اور کیا ہیں کہ وہ ایک متجانس گروہ اشخاص کا نام ہے جو چند بنیادی امور میں مشترک ہونے کی وجہ سے باہم مجتمع اور دوسرے گروہوں سے ممتاز ہو گیا ہو۔

پس اگر اسلام ایک مذہب اور مسلمان ایک قوم ہے تو جہاد کی ساری معنویت جس کی بنا پر اسے افضل العبادات کہا گیا ہے سرے سے ختم ہو جاتی ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ اسلام کسی مذہب کا اور مسلمان کسی قوم کا نام نہیں بلکہ دراصل اسلام ایک انقلابی نظریہ و مسلک ہے جو تمام دنیا کے اجتماعی نظم کو بدل کر اپنے نظریہ و مسلک کے مطابق تعمیر کرنا چاہتا ہے (تفہیمات ص ۶۲)

یہ ہے اس حکومت الٰہیہ کی حقیقت جس کی خاطر آپ مذہب کا مفہوم بدل رہے ہیں عبادت کے مفہوم میں تحریف کر رہے ہیں کہ وہ ایک تحریک ہے جیسا کہ دنیا کی اور تحریکات ہوتی ہیں۔ اسلام کو اس سے بھی غرض نہیں کہ اس کا جھنڈا کون اٹھا کر چلے۔ جو بھی رفاہ عام کے لئے اس کا جھنڈا اٹھا لے وہی حکومت الٰہیہ ہے وہی اسلام ہے اس لئے اسلام کسی مذہب کا نام نہیں ہے۔ اس کے ساتھ مودودی صاحب کے ان الفاظ کو بھی پڑھ لیجئے۔

جب تک اجتماعی زندگی میں تغیر واقع نہ ہو کسی مصنوعی تدبیر سے نظام حکومت میں کوئی مستقل تغیر پیدا نہیں کیا جا سکتا۔ عمر بن عبدالعزیز جیسا فرماں روا جس کی پشت پر تابعین و تبع تابعین کی ایک بڑی جماعت بھی تھی اس معاملہ میں قطعی ناکام ہو چکا ہے کیونکہ سوسائٹی بحیثیت مجموعی اس اصلاح کے لئے تیار نہ تھی۔ محمد تغلق اور عالمگیر جیسے طاقتور بادشاہ اپنی شخصی دینداری کے باوجود نظام حکومت میں کوئی تغیر نہ کر سکے مامون الرشید جیسا باجبروت حکمران نظام حکومت میں نہیں صرف اس کی اوپری شکل میں خفیف سی تبدیلی کرنا چاہتا تھا مگر اسمیں بھی ناکام ہوا۔ یہ اسوقت کا حال ہے جب ایک شخص کی طاقت بہت کچھ کر سکتی تھی (ترجمان محرم ۱۳۶۰ھ صفحہ ۶۰)

میں یہ سمجھنے سے بالکل قاصر ہوں کہ جس ترانہ کو آپ حضرات ہر وقت گاتے ہیں موجودہ زمانہ میں وہ خیالی پلاؤ کے سوا اور کیا چیز رہ گئی جبکہ خیر القرون میں حضرت عمر بن عبدالعزیز بھی باوجودیکہ ان کی پشت پر تابعین و تبع تابعین کی جماعت تھی اس میں قطعی ناکام ہو چکے تھے پھر اس سائن بورڈ کو سامنے رکھ کر کیوں مذہب اسلام کو مسخ کیا جا رہا ہے کہ اب نہ مذہب کا وہ تصور صحیح رہا جو ہمیشہ سے ہوتا چلا آیا نہ عبادات کی وہ حقیقت رہی جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے سمجھی یا صحابہ کرام اور اس زمانہ سے لے کر اب تک ساری امت محمدیہ نے سمجھی۔ اسی وجہ سے مودودی صاحب کو کہنا پڑا کہ!

کہ تاریخ پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اب تک کوئی مجدد کامل پیدا نہیں ہوا ہے۔ قریب تھا کہ عمر بن عبدالعزیز اس منصب پر فائز ہو جاتے مگر وہ کامیاب نہ ہو سکے۔

(ترجمان شوال ۵۹ھ صفحہ ۲۹)

واقعی ایسا مجدد اب تک کہاں پیدا ہوا ہوگا جس نے دین کی ساری اصطلاحات کو نیا قالب دیدیا ہو۔ حضورؐ کا ارشاد ہے کہ میری امت میں ہر صدی کے شروع میں مجدد ہوگا اور اس ارشاد کو مودودی صاحب بھی بڑے زور سے قبول کرتے ہیں اس لئے کہ اس وقت ان کو ایک مجدد کی بڑی سخت ضرورت محسوس ہو رہی ہے لیکن یہ ارشاد تیرہ صدی تک بے معنیٰ ہی رہا کہ کوئی کامل مجدد پیدا نہ ہوا۔

میں نے عبادات کے متعلق صرف دو چار عبارتوں پر مثال کے طور سے تنبیہ کی ہے۔ آپ کی نظر میں تو ماشاء اللہ سارا لٹریچر ہے جس میں جگہ جگہ عبادات کے مفہوم کو مسخ کیا ہے اور اس مسخ شدہ ذہنیت کو اسلام کی روح بتایا جاتا ہے۔

مودودی صاحب لکھتے ہیں۔

اور یہی جہالت ہم ایک نہایت قلیل جماعت کے سوا مشرق سے لے کر مغرب تک عام مسلمانوں میں دیکھ رہے ہیں خواہ وہ ان پڑھ عوام ہوں یا دستار بند علماء یا خرقہ پوش مشائخ یا کالجوں اور یونیورسٹیوں کے تعلیم یافتہ حضرات۔ ان سب کے خیالات اور طور طریقے ایک دوسرے سے بدرجہا مختلف ہیں مگر اسلام کی حقیقت اور اس کی روح سے ناواقف ہونے میں سب یکساں ہیں۔

(تفہیمات صفحہ ۳۶)

ان سب عبارات میں جن کی طرف بندہ نے جناب کی توجہ مبذول کرائی ہے غور فرمائیں۔ کیا یہ عبادت کے مفہوم میں صریح تحریف نہیں ہے، یہ توجیہ کہ، ان عبارات کا مفہوم یہ ہے کہ محض ان کو عبادت نہ سمجھا جائے۔ قطع نظر اس کے کہ یہ بھی غلط ہے خود مودودی صاحب اس سے بھی آگے بڑھ کر ان کو عبادات ہی نہیں سمجھتے۔ وہ لکھتے ہیں کہ!

جو شخص دنیا اور اس کے معاملات سے الگ ہو کر ایک

گوشہ میں جا بیٹھتا ہے اور اپنا سارا وقت نمازیں پڑھنے میں صرف کر دیتا ہے اس کی مثال اس شخص کی سی ہے جسے آپ اپنے باغ کی رکھوالی کے لئے مقرر کریں مگر وہ باغ کو اور اس کے کام کاج کو چھوڑ کر آپ کے سامنے ہر وقت ہاتھ باندھے کھڑا رہے۔ صبح سے شام اور شام سے صبح تک آقا آقا پکارتا رہے اور باغبانی کے متعلق جو ہدایات آپ نے اسے دی ہیں ان کو نہایت خوش الحانی اور ترتیل کے ساتھ بس پڑھتا رہے ان کے مطابق باغ کی اصلاح و ترقی کے لئے کام ذرا نہ کرے دے ایسے ملازموں کے متعلق جو کچھ رائے آپ قائم کریں گے وہی رائے اسلام کی بھی ایسے عبادت گذاروں کے متعلق ہے جو برتاؤ اس قسم کے ملازموں کے ساتھ آپ کریں گے وہی برتاؤ ان غلط تصورات کے تحت عبادت کرنے والوں کے ساتھ خدا بھی کرے گا۔

(اسلامی عبادات پر ایک تحقیقی نظر صفحہ ۱۸)

آپ ہی غور فرمایئے کہ یہ مثال اسی وقت صحیح ہو سکتی ہے جب کہ ہاتھ باندھے کھڑا رہنا صبح سے شام تک آقا آقا پکارنا اس نوکر کی ڈیوٹی نہ ہو۔ اگر یہ بھی ڈیوٹی کے اجزاء ہیں تو پھر مودودی صاحب کی مثال بالکل غلط ہے۔ آپ اسلام کے ارکانِ خمسہ کو ڈیوٹی کا جزو بنا کر مودودی صاحب کی اس مثال کو کسی طرح بھی سچا ثابت نہیں کر سکتے۔ رہی یہ بات

کہ حق تعالیٰ شانہٗ ان کے ساتھ کیا معاملہ کرے گا اس کے متعلق مختصر تو یہ ہے کہ وہی امام غزالیؒ جن کے قول سے مودودی صاحب اجتہاد میں استدلال کرتے ہیں۔ اسی احیاء میں جس سے مودودی صاحب نے بھی اخذ کیا ہے۔

لکھتے ہیں کہ آخرت کا ارادہ کرنے والوں کی چھ قسمیں ہیں۔

عابدؔ، عالمؔ، متعلمؔ، والیؔ، محترفؔ، موحدؔ، مستغرق بالواحد ان میں سے پہلی قسم وہی عابد ہے جسکو مودودی صاحب گردن زدنی قرار دیتے ہیں امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ عابد وہ ہے جو عبادت کے لئے فارغ ہو گیا ہو۔ اس کو اس کے سوا کوئی دوسرا مشغلہ نہ ہو ان کی عبادات کے وظائف مختلف ہوتے ہیں۔ بعض کے اکثر اوقات نماز میں خرچ ہوتے ہیں بعض کے تلاوت میں بعض کے تسبیحات میں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین میں وہ لوگ بھی تھے جن کا معمول بارہ ہزار تسبیح روزانہ کا تھا۔ اور وہ بھی تھے جن کا معمول تیس ہزار تسبیح روزانہ کا تھا۔ اسی طرح صحابہ کرام میں وہ حضرات بھی تھے۔ جن کا معمول روزانہ تین سو رکعات نوافل پڑھنے کا تھا اور وہ بھی تھے جن کا چھ سو رکعات اور ایک ہزار رکعات روزانہ کا تھا ان حضرات کے معمولات میں کم سے کم جو مقدار نقل کی گئی وہ سو رکعات روزانہ کی کی گئی ہے اسی طرح قرآن پاک میں بھی ان حضرات سے ایک کلام مجید روزانہ بھی نقل کیا گیا ہے اور دو قرآن مجید روزانہ بھی (احیاء صفحہ ۳۱۶ جلد ۱)

حق تعالیٰ شانہٗ ان حضرات صحابہ کرام کے ساتھ وہی معاملہ فرمائیگا جو مودودی صاحب کی دی ہوئی مثال میں نالائق نوکروں کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ میں اس کے متعلق کیا کہوں آپ ہی بتائیں۔

## گوشہ نشینی اور خلوت

گوشۂ خلوت میں بیٹھنے کے متعلق مودودی صاحب اپنے سارے لٹریچر میں جتنی بھی چاہے پھبتیاں اڑائیں لیکن قرآن پاک میں فَأْوٗا اِلَی الْکَهْفِ پر یَنْشُرْ لَکُمْ رَبُّکُمْ مِنْ رَّحْمَتِهٖ کو ہی کو مرتب فرمایا ہے اور حضرت موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نبوت جنگلوں میں دس برس تک بکریاں چرانے کے بعد ہی ملی ہے۔ اور اس کو تو شاید تاریخ کا بچہ بچہ بھی جانتا ہوگا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت گوشۂ تنہائی میں ہی ملی تھی اور یہی نہیں بلکہ ہجرت کے بعد تک بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس گوشۂ تنہائی میں جا کر بیٹھنے کو ترک نہیں فرمایا۔ حضرت عائشہؓ کی حدیث کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَبْدُو اِلٰی هٰذِهِ التِّلَاعِ ہجرت کے بعد ہی کا معمول ہے اور یہ تو حضورؐ نے اس پاک ذات ہی سے نقل کر دیا یَعْجَبُ رَبُّكَ مِنْ رَاعِیْ غَنَمٍ فِیْ رَأْسِ شَظِیَّةِ الْجَبَلِ یُؤَذِّنُ بِالصَّلٰوةِ وَیُصَلِّیْ فَیَقُوْلُ اللّٰهُ انْظُرُوْا اِلٰی عَبْدِیْ هٰذَا یُؤَذِّنُ وَیُقِیْمُ الصَّلٰوةَ وَیُصَلِّیْ وَیَخَافُ مِنِّیْ قَدْ غَفَرْتُ لِعَبْدِیْ وَاَدْخَلْتُهُ الْجَنَّةَ ؀

(لابی داؤد والنسائی کذا فی جمع الفوائد صفحہ ۵۲)

مودودی صاحب اس نوکر کو جتنا بھی نالائق اور اس سے بھی آگے

سمجھیں مگر اس نوکر کا مالک اس سے راضی ہے وہ اس پر ناراض نہیں کہ تو نے باغ کی کیا رکھوالی کی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے

يُوْشِكُ اَنْ يَّكُوْنَ خَيْرُ مَالِ الْمُسْلِمِ غَنَمٌ يَّتَّبِعُ بِهَا شَعَفَ الْجِبَالِ وَمَوَاقِعَ الْقَطْرِ يَفِرُّ بِدِيْنِهِ مِنَ الْفِتَنِ[1] (كذا فی المشكوٰة عن البخاری)

یہ کونسا دین ہے جس کے محفوظ رکھنے کے لئے آدمی لوگوں سے بھاگ کر پہاڑ کی چوٹی پر جا رہا ہے۔ جدید اصطلاح میں دین کے معنٰی تو اطاعت امیر کے بن گئے تھے یا اسٹیٹ کی حفاظت کے۔ کیا یہ پہاڑ کی چوٹی پر اسٹیٹ کی حفاظت کرنے کے لئے جا رہا ہے۔ خدا تو وہاں ملے گا نہیں۔ کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اِذَا بَقِيْتَ فِيْ حُثَالَةٍ مِّنَ النَّاسِ میں اَلْزِمْ بَيْتَكَ وَامْلِكْ عَلَيْكَ لِسَانَكَ وَخُذْ مَا تَعْرِفُ وَدَعْ مَا تُنْكِرُ وَعَلَيْكَ بِاَمْرِ خَاصَّةِ نَفْسِكَ وَدَعْ اَمْرَ الْعَامَّةِ[2] (مشكوٰة)

نہیں فرمایا۔ یہ دنیا کے جھگڑوں کو چھوڑ کر گھر کے گوشۂ تنہائی میں زبان بند کر کے بیٹھ جانے کا حکم نبوی کس نوکر کے لئے ہے۔ ایسے نوکر کے متعلق جناب کی کیا رائے ہے۔ کیا حضور[3] کا یہ ارشاد نہیں ہے

اِذَا رَاَيْتَ شُحًّا مُّطَاعًا وَّهَوًى مُّتَّبَعًا وَّدُنْيَا مُّؤْثَرَةً وَّاِعْجَابَ كُلِّ ذِيْ رَاْيٍ بِرَاْيِهٖ فَعَلَيْكَ نَفْسَكَ وَدَعْ اَمْرَ الْعَوَامِّ[4] (الحديث - مشكوٰة)

---

[1] زندگی اپریل ۱۹۵۱ء صـ

غرض بیسیوں روایات حدیث کی کتابوں میں آپ کی نظر میں بھی ایسی ہوں گی جن میں ان نالائق نوکروں کے فعل کو سراہا گیا ہوگا۔

میرا یہ مقصد ہرگز نہیں کہ اقامتِ دین یا تبلیغ دین کرنے والوں کو اس مبارک کام سے روکنا چاہتا ہوں۔ میں تو خود رسالہ فضائل تبلیغ لکھ کر اس کی حوصلہ افزائی کر چکا ہوں اور کرتا رہتا ہوں لیکن ان فضائل کا یہ مطلب تو ہو ہی نہیں سکتا کہ شریعت مطہرہ میں تحریف کردی جائے اور قرآن پاک اور احادیث نبویہ کو بھی مسخ کردیا جائے کیا قرآن وحدیث میں اقامتہ دین یا اسلامی حکومت یا تبلیغ کے فضائل کی کچھ کمی ہے کہ ان کے ثابت کرنے کے واسطے شریعتِ مطہرہ میں تحریف واصلاح کی ضرورت پیش آوے مسلمانوں کو اس خلط ملط سے جو شدید نقصان پیش آئے گا وہ انتہائی ناقابلِ تلافی ہوگا کہ ان کی نگاہ میں عباداتِ معرفہ اور بازاروں میں تجارتی اشغال ایک درجہ میں ہوجائیں گے اور چونکہ یہ اشغال بالطبع سب کو مرغوب ہیں اس لئے پہلے افعال کی اہمیت کم ہوجانے کے بعد طبعاً ان میں کمی اور ان میں زیادتی لامحالہ ہوگی۔ اس پر آپ کسی وقت یکسوئی کے ساتھ غور کریں۔

# مودودی صاحب کے یہاں عبادات کی حیثیت

اس کے قریب قریب لٹریچر کا بڑا زہر جو بقول مولانا اعزاز علی صاحب زاد مجدہم کے شہد میں لپیٹ کر جماعت کو پلایا جا رہا ہے وہ عبادات کا درجہ ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے جن چیزوں کو اسلام کی بنیاد قرار دیا اور ان پر اسلام کا مدار رکھا۔ جن لوگوں نے اسلام کی ان بنیادی چیزوں پر کمی یا زیادتی نہ کرنے کی قسمیں کھائی تھیں حضورؐ نے ان کو فلاح کی بشارتیں دیں۔ جنت میں ان کے داخلہ پر حضورؐ نے قسم کھا کر پیشین گوئیاں فرمائی ہیں لیکن آپ کے مجدد صاحب فرماتے ہیں کہ یہ سب غیر مقصود ہیں۔ بڑی عبادت کے لئے تیاری کا ذریعہ ہیں اصل عبادت یہ عبادتیں ہیں ہی نہیں جن کو حضورؐ بنیاد اور اصل سمجھ گئے آپ نے معلوم نہیں ان عبارتوں کو ملاحظہ فرمایا یا نہیں۔ مثال کے طور پر چند عبارات کی طرف متوجہ کرتا ہوں۔

(۱) یہی غرض ہے جس کے لئے اسلام میں نماز، روزہ زکوٰۃ اور حج کی عبادتیں فرض کی گئی ہیں، ان کو عبادت کہنے کا مطلب یہ نہیں کہ بس یہی عبادت ہیں بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ اس اصلی عبادت کے لئے آدمی کو تیار

کرتی ہیں - یہ اُس کے لئے لازمی ٹریننگ کورس ہیں
(اسلامی عبادات پر تحقیقی نظر ص ۱۲)

(۲) آپ سمجھتے ہیں کہ ہاتھ باندھ کر قبلہ رو کھڑے ہونا گھٹنوں پر ہاتھ رکھ کر جھکنا، زمین پر ہاتھ ٹیک کر سجدہ کرنا اور چند مقررہ الفاظ زبان سے ادا کرنا بس یہی چند افعال اور حرکات بجائے خود عبادت ہیں آپ سمجھتے ہیں رمضان کی پہلی تاریخ سے شوال کا چاند نکلنے تک روزانہ صبح سے شام تک بھوکے پیاسے رہنے کا نام عبادت ہے آپ سمجھتے ہیں کہ قرآن کے چند رکوع زبان سے پڑھ دینے کا نام عبادت ہے۔ آپ سمجھتے ہیں کہ مکہ معظمہ جا کر کعبے کے گرد طواف کرنے کا نام عبادت ہے۔ غرض آپ نے چند افعال کی ظاہری شکلوں کا نام عبادت رکھ چھوڑا ہے اور جب کوئی شخص ان شکلوں کے ساتھ ان افعال کو ادا کر دیتا ہے تو خیال کرتا ہے کہ اس نے خدا کی عبادت کر دی۔ ..... لیکن اصل حقیقت یہ ہے کہ اللہ نے جس عبادت کے لئے آپ کو پیدا کیا اور جس کا آپ کو حکم دیا ہے وہ کچھ اور ہی چیز ہے۔ (خطبات ص ۷۹)

کیا واقعی ان میں سے کوئی چیز بجائے خود عبادت نہیں۔ ہم لوگ تو اب تک ان کو عبادات ہی سمجھتے رہے۔

(۳) آپ پوچھیں گے کہ یہ نماز، روزہ، اور حج وغیرہ کیا چیز ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ دراصل یہ عبادتیں جو اللہ نے فرض کی ہیں ان کا مقصد آپ کو اس بڑی عبادت کے لئے تیار کرنا ہے جو آپ کو زندگی میں ہر وقت ہر حال میں ادا کرنی چاہیئے..... ان سب عبادتوں کو ادا کرنے کے بعد اگر آپ اس قابل ہو گئے کہ آپ کی ساری زندگی خدا کی عبادت بنجائے تو بلاشبہ آپ کی نماز نماز ہے، روزہ، روزہ ہے، زکوٰۃ، زکوٰۃ ہے اور حج حج ہے۔ لیکن اگر یہ مقصد پورا نہ ہوا تو محض رکوع اور سجدہ کرنے اور بھوک پیاس کے ساتھ دن گذارنے اور حج کی رسمیں ادا کرنے اور زکوٰۃ کی رقمیں ادا کرنے سے کچھ حاصل نہیں (خطبات ص۸۱)

(۴) کاش میں آپ کی ہاں میں ہاں ملا سکتا مگر میں کیا کروں کہ جو کچھ میں جانتا ہوں اس کے خلاف نہیں کہہ سکتا۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ جس حالت میں آپ اس وقت ہیں اس میں پانچ وقت کی نمازوں کے ساتھ تہجد، اشراق اور چاشت بھی آپ پڑھنے لگیں اور پانچ پانچ گھنٹہ روزآنہ قرآن بھی پڑھیں اور رمضان شریف کے علاوہ گیارہ مہینوں میں ساڑھے پانچ مہینوں کے مزید روزے بھی رکھ لیا کریں تب بھی کچھ حاصل

نہ ہوگا۔ (خطبات ص۱۱۲)

(۵) میں پہلے بھی آپ سے بارہا بیان کرچکا ہوں سب سے بڑی غلطی یہی ہے کہ آپ نے نماز، روزے کے ارکان اور ان کی ظاہری صورتوں کو اصل عبادت سمجھ رکھا ہے اور آپ اس خیال خام میں مبتلا ہو گئے ہیں کہ جس نے یہ ارکان پوری طرح ادا کردیئے اس نے بس اللہ کی عبادت کردی (خطبات ص۱۲۱)

(۶) آپ کے ذہن میں عبادت کا مفہوم اور مطلب ہی غلط ہوگیا۔ آپ یہ سمجھتے ہیں کہ سحر سے لے کر مغرب تک کچھ نہ کھانے نہ پینے کا نام روزہ ہے اور بس یہی عبادت ہے۔ لیکن آپ یہ نہیں جانتے کہ بھوکا پیاسا رہنا اصل عبادت نہیں بلکہ عبادت کی صورت ہے۔ (خطبات ص۱۲۲)

(۷) یہ نماز اور روزہ اور یہ زکوٰۃ اور حج دراصل اسی تیاری اور تربیت کے لئے ہیں جس طرح تمام دنیا کی سلطنتیں اپنی فوج پولیس اور سول سروس کے لئے آدمیوں کو پہلے خاص قسم کی ٹریننگ دیتی ہیں پھر ان سے کام لیتی ہیں۔ اسی طرح اللہ کا دین اسلام بھی ان تمام آدمیوں کو جو اس کی ملازمت میں بھرتی ہوں پہلے خاص طریقے سے تربیت دیتا ہے پھر ان سے اور حکومت الٰہی کی

خدمت لینا چاہتا ہے (خطبات صـ۲۱۵)

(۸) بھائیو۔ اب مجھے امید ہے کہ تم نے اچھی طرح سمجھ لیا ہوگا کہ یہ نماز، روزہ اور یہ حج اور زکوٰۃ کس غرض کے لئے ہیں۔ تم اب تک یہ سمجھتے رہے ہو اور مدتوں سے تم کو اس غلط فہمی میں مبتلا رکھا گیا کہ یہ عبادتیں محض پوجا پاٹ کی قسم کی چیزیں ہیں۔ تمہیں یہ بتایا ہی نہیں گیا کہ یہ ایک بڑی خدمت کی تیاری کے لئے ہیں۔

(خطبات صـ۲۱۸)

اسلامی تحریک کی راہ میں دوسری رکاوٹ وہ جامد اور بے روح مذہبیت ہے۔ جس کو آج کل اسلام سمجھا جا رہا ہے۔ اس غلط مذہبیت کا پہلا بنیادی نقص یہ ہے ... کہ اس کی عبادات محض پوجا پاٹ بنا کر رکھدی گئیں حالانکہ وہ ان ذہنی واخلاقی بنیادوں کو مستحکم کرنے کے وسائل[۱] ہیں جن پر اسلام نے اپنا نظام اجتماعی

---

[۱] دنیائے اسلام میں کونسا دور ایسا گذرا ہوگا جس میں مشائخ سلوک نے جنکے سایہ سے مودودی صاحب بھاگتے ہیں جن کی عبادت سے لوگوں کو اس طرح بچانا چاہتے ہیں جیسے ذیابیطس کے مریض کو شکر سے) احکام الٰہیہ کی اپنے اپنے ذوق کے مطابق حکمتیں نہ لکھیں ہوں لیکن کیا آپ اس کو گوارا کر سکتے ہیں کہ انہی (باقی اگلے صفحہ پر)

تعمیر کیا۔ اس عملی تحریف کا نتیجہ یہ ہے الخ

(ترجمان جلد نمبر ۱۸ عدد ۴ صـ۲۶۱)

یہ چند نمونے میں نے پیش کئے ہیں۔ تمام لٹریچر اسی انداز سے لبریز ہے۔ میں مودودی صاحب کے متعلق کچھ نہیں کہنا چاہتا مگر آپ سے یہ ضرور پوچھنا چاہتا ہوں کہ کیا قرآن پاک اور احادیث شریفہ کا یہی مفہوم ہے کہ یہ عبادات غیر مقصود اور صرف ایک بڑی عبادت کے لئے تیاری کا ذریعہ ہیں اور اگر اس بڑی عبادت کا ذریعہ نہ بنیں تو بیکار ہیں حضرت جبرئیل دین کی تعلیم کے لئے تشریف لاتے ہیں اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے اسلام کی حقیقت دریافت کرتے ہیں اور حضور کلمہ کی شہادت اور یہی ارکان اربعہ صرف بتلاتے ہیں حضرت جبرئیل علیہ السلام اس کی تصدیق فرماتے ہیں۔ مگر مودودی صاحب کہتے ہیں۔

---

(باقی گذشتہ صفحہ سے) سمجھی ہوئی حکمتوں کو اصل قرار دیکر ارکان منصوصہ کو محض وسائل اور اس کا ذریعہ قرار دیدیا جائے۔ اللہ جل جلالہٗ کے احکام میں نہ معلوم کتنی مصالح اور حکمتیں اس کے علاوہ ہیں جو مودودی صاحب نے سمجھیں لیکن اپنی سمجھی ہوئی حکمت کو اصل قرار دیکر احکام کو محض اس کا وسیلہ اور ذریعہ قرار دینا کھلی تحریف نہیں تو اور کیا ہے۔ آپ ہی انصاف سے بتائیں کہ یہ عملی تحریف ساری اسلامی دنیا کے اکابر سے ہو رہا ہے یا خود مودودی صاحب کی طرف سے ہو رہا ہے کہ انھوں نے ایک مصلحت تجویز کی اور ارکان منصوصہ کو اس کا ذریعہ بنا دیا۔

"تمہیں یہ بتایا ہی نہیں گیا کہ یہ ایک بڑی خدمت کی تیاری کے لئے ہیں"

نعوذ باللہ نہ حضورؐ کو پتہ چلا نہ حضرت جبرئیلؑ کو۔ حضورؐ ارشاد فرماتے ہیں بُنِیَ الْاِسْلَامُ عَلٰی خَمْسٍ اور انھیں پانچ چیزوں کو شمار کر دیتے ہیں کہ یہ اسلام کی اساس ہیں۔ چھٹی عبادت کا ذکر تک نہیں فرماتے مگر مودودی صاحب لکھتے ہیں کہ اگر چھٹی عبادت ان پر مرتب نہ ہو تو یہ سب بے جان کی مردہ لاش ہیں ایک اعرابی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کرتا ہے کہ مجھے کوئی ایسا عمل بتا دیجئے جس کے کرنے سے جنت میں داخل ہو جاؤں۔ حضورؐ یہی چیزیں اس کو بتاتے ہیں۔ وہ عرض کرتے ہیں یا رسول اللہ خدا کی قسم نہ ان پر زیادتی کروں گا نہ کمی۔ حضورؐ ارشاد فرماتے ہیں کہ جس شخص کو کوئی جنتی دیکھنا ہو وہ اس کو دیکھ لے۔ یہ سب صحیح روایات ہیں۔ شیخین نے ذکر فرمائی ہیں۔ اور اس نوع کی سیکڑوں روایات کتب حدیث میں آپ کی نظر سے بھی گذری ہیں۔ چند احادیث کی طرف اور بھی توجہ دلاتا ہوں

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ اَنَّ اَعْرَابِیًّا سَاَلَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنِ الْھِجْرَۃِ فَقَالَ وَیْحَکَ اِنَّ شَاْنَ الْھِجْرَۃِ شَدِیْدٌ فَھَلْ لَکَ مِنْ اِبِلٍ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَھَلْ تُؤَدِّیْ صَدَقَتَھَا قَالَ نَعَمْ قَالَ فَاعْمَلْ مِنْ وَّرَاءِ الْبِحَارِ فَاِنَّ اللّٰہَ لَنْ یَّتِرَکَ مِنْ عَمَلِکَ شَیْئًا۔ رَوَاہُ اَبُوْدَاوٗدَ صفحہ ۳۳۴

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَۃَ رضؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ وَاَقَامَ الصَّلٰوۃَ وَصَامَ رَمَضَانَ کَانَ حَقًّا عَلَی اللّٰہِ اَنْ یُّدْخِلَہُ الْجَنَّۃَ جَاھَدَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَوْ جَلَسَ فِیْ اَرْضِہِ الَّتِیْ وُلِدَ فِیْھَا (اَلْحَدِیْث)

رَوَاہُ الْبُخَارِیُّؒ کَذَا فِی الْمِشْکٰوۃِ)

یہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو بڑی عبادت کا پتہ نہ چلا اور اس شخص کو جنت میں داخل کئے دیتے ہیں۔ جو ان غیر مقصود عبادات ہی کو کرتا رہے چاہے جہاد کرے یا نہ کرے۔ حضرت ابو سعید خدریؓ کی روایت پہلے عرض کر چکا کہ حضورؐ نے ارشاد فرمایا افضل المومنین وہ ہے جو مجاہد ہو اور دوسرے درجہ پر وہ ہے جو سب سے یکسو ہو کر کسی کونہ میں بیٹھ کر اپنے رب کی عبادت کرتا رہے۔

یہ مختصر طور پر چند احادیث کی طرف میں نے آپ کی توجہ مبذول کرائی ہے۔ ان کے علاوہ اصولی طور پر کم از کم جناب کو تو اس سے انکار نہ ہوگا کہ قرآن پاک اور احادیث میں ارکان خمسہ پر جتنا زور دیا گیا اتنا ان کے علاوہ کسی اور چیز پر نہیں دیا گیا۔ ایسی حالت میں ان کے علاوہ کسی اور چیز پر اس طرح زور دینا جس سے ان کی اہمیت کم ہوتی ہو یہ غیر مقصود اور دوسری چیز مقصود بن جاتی ہو۔ ان کو توابع دوسری چیز کو اصل کہنا اس کے متعلق اس کے سوا کیا عرض کروں کہ خود مودودی صاحب ہی کے الفاظ کی طرف آپ کی توجہ مبذول کرادوں وہ

لکھتے ہیں۔

"مسلمانوں کی تباہی کا اصل سبب روایات نہیں
بلکہ نفسانیت اور عصبیت جاہلیۃ اور فروع کو اصول سے
بڑھ کر اہمیت دینے کی حماقت اور کتاب اللہ اور سنتِ
رسول اللہ کو چھوڑ کر اپنے مرغوبات میں حد سے زیادہ غلو
کرنے کی عادت اور نئے نئے طریقے ایجاد کرنے کا شوق
ہے۔ (تفہیمات ص ۳۱۷)

اس کا مودودی صاحب خود اعتراف کرتے ہیں کہ بدقسمتی سے
علماء اسلام کو اب تک اپنی غلطی کا احساس نہیں ہوا قریب قریب
ہر اسلامی ملک میں علماء کی جماعت اب بھی اسی روش پر قائم ہے
(تنقیحات ص ۳۰)

ایسی حالت میں آپ بھی سوچ لیجئے کہ نیا طریقہ کون نکال رہا ہے۔
جو قریب قریب ہر اسلامی ملک کی جماعتِ علماء کے خلاف ہے کیا
جہاد کے قرآن پاک اور احادیث میں فضائل کچھ کم ہیں کہ اس کی
اہمیت بیان کرنے کے لئے ارکان اسلام کی اہمیت کو گرایا جائے۔ کیا
اسلامی حکومت کی ضرورت کے لئے اس نوع کے مضامین کچھ کم
اہمیت رکھتے ہیں کہ اس کی وجہ سے اللہ کا کلمہ بلند ہو شریعت مطہرہ پر
عمل آسان ہو ارکان اسلام پورے عروج و کمال کے ساتھ ادا کئے
جاسکیں وغیرہ وغیرہ کیا آپ کو بالکل احساس نہیں ہے۔ قطع نظر

اس کے کہ یہ شریعت مطہرہ میں اصلاح ہے جس کا حق نبی کے سوا کسی کو بھی نہیں اس طریقہ سے ایک خاص جزو کو اسلام کا مقصد بنا لینے کی وجہ سے اسلام کے تمام ارکان کی اہمیت ان کا اہتمام کرنے والوں کی بے حرمتی بے وقعتی جماعت کے افراد میں روز افزوں ہے جس کا مشاہدہ ہر شخص کر رہا ہے۔ تنہائی میں آپ بھی اس سے انکار نہیں کر سکتے۔

# احادیث کے بارے میں مودودی صاحب کے تنگ و تاریک خیالات

چوتھی چیز جس کی طرف میں جناب کی توجہات کو خصوصیت سے مبذول کرانا چاہتا ہوں وہ حدیث پاک کا مسئلہ ہے۔ مودودی صاحب نے قرآنیہ فرقہ کے مقابلے میں حجیت حدیث پر مقالہ بھی لکھ دیا محدثین کی خدمات کا بہت اونچے الفاظ میں اعتراف بھی کر لیا۔ اس سب کے باوجود جو چیز لٹریچر میں بھر دی ہے اس نے نہ صرف حدیث پاک سے اعتماد اٹھا دیا بلکہ ائمہ حدیث اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی شان کو بھی گرا دیا۔ ٹھنڈے دل سے ان کے الفاظ پر غور کیجئے۔

ہم نے کبھی اس خیال کی تائید نہیں کی کہ ہر شخص کو ائمہ حدیث کی اندھی تقلید کرنی چاہئے یا ان کو غلطی سے

مبرّا سمجھنا چاہیئے نہ ہم نے کبھی یہ دعویٰ کیا کہ ہر کتاب میں جو روایت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شروع ہو اس کو آنکھ بند کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث مان لیا جائے ۔۔۔۔۔۔ اور تحقیق و اجتہاد کے متعلق بھی ہمارا مذہب یہ ہے کہ اس کا دروازہ ہر زمانہ میں کھلا ہوا ہے اور کسی خاص عہد کے لئے مخصوص نہیں ہے لیکن اس کے معنیٰ یہ نہیں کہ جن لوگوں نے فن حدیث کی تحصیل اور اس کے باقاعدہ مطالعہ اور تحقیقات میں پورا ایک مہینہ بھی صرف نہیں کیا وہ ان بزرگوں کے کارناموں پر تنقید کریں جنہوں نے پوری پوری عمریں اس فن کی خدمت میں بسر کر دی ہیں۔ (تفہیمات صـ۲۸۶)

کیا اس کا واضح مطلب یہ نہیں کہ ہر وہ شخص جو کم از کم ایک ماہ حدیث کی تحصیل میں خرچ کر چکا ہو وہ محدثین کی اندھی تقلید نہ کرے اس کے بعد لکھتے ہیں۔

اب دوسرے گروہ کو لیجئے جو دوسری انتہا کی طرف چلا۔ یہ لوگ محدثین کے اتباع میں جائز حد سے بہت زیادہ تشدد اختیار کرتے ہیں۔ ان کا قول یہ ہے کہ محدثین کرام نے دودھ کا دودھ پانی کا پانی الگ کر کے

رکھدیا ہے ایک ایک حدیث کو چھانٹ کر وہ بتا چکے ہیں
کہ کون کس حد تک قابلِ اعتبار ہے اور کون کس حد تک
ناقابلِ اعتبار ہے۔ اب ہمارا کام صرف یہ ہے کہ ان بزرگوں
نے احادیث کے جو درجے مقرر کردیئے انھیں کے مطابق ہم
ان کو اعتبار اور حجیت کا درجہ دیں .... جسے وہ صحیح قرار
دے گئے ہیں اسے صحیح تسلیم کریں اور جس کی صحت میں
وہ قدح کر گئے ہیں اس سے بالکل استناد نہ کریں....
رواۃ کے عدل اور ضبط اور ثقاہت کے متعلق جن جن آراء
کا وہ اظہار کر گئے ہیں ان پر گویا ایمان لے آئیں یہی وہ
مسلک ہے جس کی شدّت سے بہت سے کم علم لوگوں کو
حدیث کی کلّی مخالفت یعنی دوسری انتہا کی طرف دھکیل
دیا ہے۔ محدثین کی خدمات مسلّم یہ بھی مسلّم کہ نقدِ حدیث
کے لئے جو مواد انھوں نے فراہم کیا ہے وہ صدرِ اوّل
کے اخبار و آثار کی تحقیق میں بہت کارآمد ہے۔ کلام
اس میں نہیں بلکہ صرف اس امر میں ہے کہ کلیتہً ان پر
اعتماد کرنا کہاں تک درست ہے۔ وہ بہرحال تھے تو
انسان ہی۔ انسانی علم کے لئے جو حدیں فطرۃ اللہ نے

---

لہ کیا فائدہ ہے اس تسلیم سے جب وہ قابلِ اعتماد نہیں۔
لہ اور اس زمانہ میں نقد کرنے والے فرشتے ہیں۔

مقرر کر رکھی ہیں۔ ان سے آگے تو وہ نہیں جا سکتے تھے انسانی
کاموں میں جو نقص فطری طور پر رہ جاتا ہے۔ اس سے تو ان
کے کام محفوظ نہ تھے پھر آپ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ جن کو وہ
صحیح قرار دیتے ہیں وہ حقیقت میں بھی صحیح ہے۔ صحت کامل
یقینی تو خود ان کو بھی نہ تھا وہ بھی زیادہ سے زیادہ یہی

---

سے اس لئے کہ وہ علم و تقوی، قوت حافظہ اور اسلامی تمام اوصاف کے کمال اتصاف کے ساتھ اپنی تمام عمریں اس میں خرچ کر چکے ہیں۔ اور اب تک تمام امت محمدیہ نے ان کی تصحیح و تضعیف کو معتبر قرار دیا اور حجت مانا اور جن کی صحت میں آپس میں اختلاف ہوا وہ خود اسی پایہ کے تھے۔ اس دور کے ابجد خواں جن کے متعلق خود مودودی صاحب کے الفاظ یہ ہیں۔ کہ اسلام ہے کہاں۔ مسلمانوں میں نہ اسلامی سیرت ہے نہ اسلامی اخلاق نہ اسلامی افکار ہیں نہ اسلامی اسپرٹ، حقیقی اسلامی روح نہ ان کے سجدوں میں ہے نہ مدرسوں میں نہ خانقاہوں میں (تنقیحات صفحہ ۲۸)

ایسے لوگوں کے مقابلہ میں یقیناً ان اسلاف کی تحقیقات مقدم ہیں جن میں یہ سب اوصاف علی وجہ الاتم موجود تھے اور روایات کی تنقید کو انھوں نے علی وجہ الاتم پورا کر دیا۔ مودودی صاحب کو خود اس کا اعتراف ہے وہ کہتے ہیں۔ کہ فن حدیث کی تاریخ شاہد ہے کہ محدثین نے تحقیق و تفتیش کا پورا پورا حق ادا کر دیا اور اس کام میں اتنی محنتیں کیں کہ ان سے زیادہ انسان کے بس میں نہ تھیں۔ تفہیمات ص۳۲۹

ککہ اور جو لوگ اس زمانہ میں حکم لگائیں گے ان کو تو کامل یقین ہوگا۔

کہتے تھے کہ اس حدیث کی صحت کا ظن غالب ہے۔ مزید برآں یہ ظن غالب جس بنا پر ان کو حاصل ہوتا تھا۔ وہ بلحاظ روایت تھا نہ کہ بلحاظ درایت ان کا نقطۂ نظر زیادہ تر اخباری ہوتا تھا۔ فقہ ان کا اصل موضوع نہ تھا۔۔۔۔ اسلئے فقیہانہ نقطہ نظر سے

---

ؔ اور اسی پر شریعت کے سارے احکام مرتب ہیں۔ نکاح، طلاق حتیٰ کہ حدود و قصاص کا مدار اسی پر ہے کیا جن گواہوں کے بیان پر قصاص میں آدمی قتل کردیا جاتا ہے انکی صداقت قطعی ہے اگر اس قسم کے احتمالات پیدا کئے جائیں تو نہ صرف یہ کہ شریعت کے کسی حکم پر عمل نہیں ہو سکتا۔ بلکہ ساری دنیا میں کوئی فیصلہ نہیں ہو سکتا۔

ؔ اوّل تو یہ کلیہ اصول حدیث سے ناواقفیت پر مبنی ہے۔ اگر مودودی صاحب کی نظر اصول حدیث پر ہوتی تو وہ صحیح کی تعریف میں غیر معلل کی قید کے بعد یہ کلیہ کبھی نہ لکھتے اور اگر اسکو بعض احوال میں تسلیم بھی کر لیا جائے تو اسی دور کے اصحاب درایت یعنی ائمہ مجتہدین اس کمی کو پورا فرما چکے ہیں۔ ؔ کاش مودودی صاحب کو کوئی یہ بتا دیتا کہ ان محدثین میں امام مالک امام احمد بن حنبل جیسے حضرات کا بھی شمار ہے

ؔ اسکو اسی دور کے فقہاء اور ائمہ مجتہدین پورا کر چکے ہیں اس لئے اصول حدیث کا مسئلہ ہے کہ کسی مجتہد کا روائت پر عمل اسکی صحت کے اسباب میں سے ایک سبب ہے جیسا کہ صدر راوی کا اعراض منجملہ اسباب ضعف ہے اگر مودودی صاحب کی نظر میں اصول حدیث کی کوئی کتاب نہیں یا وہ قدار کا نا قابل التفات ذخیرہ سمجھتے ہیں تو میں جناب سے پوچھتا ہوں آپکے اصول حدیث کو بڑا ہی ہے کہ ان حضرات کے سخت قواعد کے بعد یہ لاطائل بحث جو یہاں لکھی جا رہی ہے مضحکہ خیز نہیں تو اور کیا ہے۔

احادیث کے متعلق رائے قائم کرنے میں وہ فقہا مجتہدینؒ کی[9]
بہ نسبت کمزور تھے بس ان کے کمال کا جائز[10] اعتراف کرتے
ہوئے ماننا پڑے گا کہ احادیث کے متعلق جو کچھ بھی تحقیقات
انھوں نے کی ہے اس میں دو طرح کی کمزوریاں موجود ہیں[11]

---

ف مگر فقہاء مجتہدین کا دور بھی تو وہی تھا جو حضرات محدثین کا تھا اور جو لطا ہر کمی ایک جانب بھی جا سکتی ہے وہ دوسرے گروہ نے علی وجہ الاتم پوری کردی لہٰذا اب اس قول میں کیا اخفاء رہا کہ احادیث کے متعلق دودھ کا دودھ پانی کا پانی الگ الگ ہو گیا ہے۔ نلہ اس تھینک یو (یعنی کمال کے جائز اعتراف) سے کیا فائدہ رہا جبکہ انکی روایات نہ تفقہ کے اعتبار سے قابل اعتماد نہ روایت کے اعتبار سے۔

لله اسکے باوجود حدیث کا جو ذخیرہ موجود ہے وہ صحت کے اعتبار سے منتہا کو پہنچا ہوا ہے اور جنکی صحت میں محدثین یا فقہاء میں اختلاف ہے، وہ بھی پورا موجود ہے۔ مودودی صاحب دوسری جگہ خود اسکا اعتراف کر چکے ہیں وہ لکھتے ہیں کہ فن حدیث کی تاریخ شاہد ہے کہ محدثین نے تحقیق و تفتیش کا پورا پورا حق ادا کر دیا ہے اور اس کام میں اتنی محنتیں کی ہیں کہ ان سے زیادہ انسان کے بس میں نہ تھیں انھوں نے اپنی محنتوں سے جو ذخیرہ فراہم کیا ہے وہ آج ہمارے پاس موجود ہے اور انکے درمیان جو اختلافات ہوئے ہیں وہ بھی تمام دلائل و شواہد کے ساتھ موجود ہیں اگر کوئی اس ذخیرہ پر تحقیق کی نظر ڈالے تو اسکے لئے آج تیرہ سو برس گذر جانے کے بعد بھی یہ معلوم کرنا مشکل نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا فرمایا اور کیا نہیں فرمایا۔ کیا کیا کیا نہیں کیا اور یہ کہ ہر روایت جو آپؐ کی طرف منسوب ہے وہ اپنی صحت اور قابل احتجاج ہونیکے لحاظ سے کیا پایہ رکھتی ہے (تفہیمات صـ ۳۲۹) جبکہ ہر روایت کا درجہ صحت کے اعتبار سے محقق اور طے شدہ ہے پھر اس اوپر کی بحث کا اب کیا مطلب رہا (حاشیہ صفحہ ہذا)

ایک بلحاظ اسناد دوسری بلحاظ تفقہ۔ اس مطلب کی توضیح کیلئے
ہم ان دونوں حیثیتوں کے نقائص پر تھوڑا سا کلام کریں گے

(تفہیمات ص ۲۹۲)

یہ طویل عبارت کہاں تک نقل کروں آپ نے خود ہی اس کو ملاحظہ کیا ہوگا۔ نہ کیا ہو تو اب غور سے پڑھ کر داد دیجئے کہ مودودی صاحب نے روایات حدیث ائمہ محدثین ائمہ مجتہدین حتیٰ کہ صحابہ کرامؓ تک سے اعتماد اٹھانے میں کوئی کسر چھوڑی ہو۔ حضرات محدثین رضی اللہ عنہم اجمعین نے جس جس طرح سے روایات کے ذخیرہ کو محفوظ و منقح کیا ہے وہ موجودہ زمانہ کی تو انسانی طاقت سے بھی باہر ہے۔ وہ خود لکھتے ہیں۔

کسی روایت کو جانچنے میں سب سے پہلے جس چیز کی تحقیق کی جاتی ہے وہ یہ ہے کہ روایت جن لوگوں کے واسطے سے آئی ہے وہ کیسے لوگ ہیں۔ اس سلسلہ میں متعدد حیثیات سے ایک ایک راوی کی جانچ کی جاتی ہے وہ جھوٹا تو نہیں ہے روائتیں بیان کرنے میں غیر محتاط تو نہیں، فاسق اور بدعقیدہ تو نہیں، وہمی یا ضعیف الحفظ تو نہیں۔ مجہول الحال ہے یا معروف الحال، ان تمام حیثیات سے رواۃ کے احوال کی جانچ پڑتال کر کے محدثین کرام نے اسماء الرجال کا عظیم الشان ذخیرہ فراہم کیا ہے جو بلا شبہ نہایت بیش قیمت ہے۔ مگر ان میں کون سی چیز ہے

جس میں غلطی کا[۱۲] احتمال نہ ہو۔ اوّل تو رواۃ کی سیرت اور ان کے حافظہ اور ان کی دوسری باطنی خصوصیات کے متعلق بالکل صحیح علم حاصل ہونا مشکل ہے دوسرے خود وہ لوگ جو ان کے متعلق رائے قائم کرنے والے تھے انسانی کمزوریوں[۱۳] سے مبرا نہ تھے۔ نفس ہر ایک کے ساتھ لگا ہوا تھا اور اس بات کا قوی امکان تھا کہ اشخاص کے متعلق اچھی یا بری رائے قائم کرنے میں ان کے ذاتی رجحانات کا بھی کسی حد تک دخل ہو جائے یہ امکان محض

---

[۱۲] آپ محدثین کی جانفشانی اور احتیاطوں سے واقف ہیں۔ آپ خود غور فرمائیں کہ ان حضرات کی انتہائی احتیاطوں کے باوجود یہ احتمال پیدا کرنا ایسا ہی ہے جیسے کوئی شخص کسی کو کہدے کہ تیرے حرامزادہ ہونے کا بھی احتمال ہے کوئی دلیل قطعی ایسی ہے جو اس احتمال کی نفی کر سکتی ہو۔ کوئی شخص کسی کو کہدے کہ تیرے کافر ہونے کا بھی احتمال ہے۔ اور جو ظاہری افعال اسلام کے اس سے صادر ہو رہے ہیں۔ کوئی قطعی دلیل ہے جو اس کے منافق نہ ہونے کو قطعی طور پر ثابت کر سکتی ہو۔

[۱۳] آپ خود ہی غور کریں۔ یہ چیز ایسی نہیں ہے جس سے احتمال کے درجہ میں کسی کو انکار ہو سکے مگر کیا ان احتمالات سے آج کل کے واقعات میں بھی جن واقعات کو معتبر لوگ نقل کرتے ہیں ان میں غلطی کا احتمال پیدا کیا جاتا ہے۔

امکانِ عقلی نہیں بلکہ اس امر کا ثبوت[۱۲] موجود ہے کہ بارہا یہ امکان فعل میں بھی آ گیا۔

اس کے بعد مودودی صاحب محدثین کی ایک دوسرے پر[۱۵] تنقیدیں ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں۔

ان سب سے بڑھ کر عجیب بات یہ ہے کہ بسا اوقات صحابہ رضی اللہ عنہم پر بھی بشری کمزوریوں کا غلبہ ہو جاتا تھا اور وہ ایک دوسرے[۱۶] پر چوٹیں کرتے تھے اس قسم کی مثالیں پیش کرنے سے ہمارا مقصد[۱۷] یہ نہیں کہ اسماء الرجال

---

۱۴ میں نے جو ابھی دو مثالیں جناب سے عرض کی ہیں کیا وہ دونوں محض امکان عقلی ہیں کیا لاکھوں حرامزادوں اور ہزاروں منافقوں کا وجود مسلمانوں میں نہیں ہو چکا۔ ۱۵ کاش مودودی صاحب یہ بھی کسی اصولِ حدیث کی کتاب میں دیکھ لیتے کہ محدثینؒ کے یہاں جرح و تعدیل کے قبول کرنے کے بھی مستقل ضابطے ہیں جن کے تحت وہ جرح کو قبول کرتے ہیں۔

۱۶ کیا خود مودودی صاحب نے جن جن پر تنقید کی ہے وہ سب بشری کمزوری کا ثمرہ ہے۔

۱۷ کس قدر آب زر سے لکھنے کے قابل ہے یہ جملہ کہ ہر قسم کی کمزوریوں غلطیوں اور اسماء الرجال کے صحیح حالات معلوم نہ ہونے پر بھی یہ کہا جا سکتا ہے کہ تمام اسماء الرجال غلط نہیں یا قابل اعتماد ہے۔

کا سارا علم غلط ہے بلکہ ہمارا مقصد صرف یہ ظاہر کرنا ہے کہ جن حضرات نے رجال کی جرح و تعدیل کی ہے وہ بھی تو آخر انسان تھے۔ بشری کمزوریاں ان کے ساتھ بھی لگی ہوئی تھیں۔ کیا ضروری ہے کہ جس کو انھوں نے ثقہ قرار دیا وہ ثقہ ہو اور تمام روایتوں میں ثقہ ہو اور جسکو انھوں نے غیر ثقہ ٹھہرایا ہو وہ بالیقین غیر ثقہ ہو اور اس کی تمام روائیتیں پایۂ اعتبار سے ساقط ہوں پھر ایک ایک راوی کے حافظہ اور اس کی نیک نیتی اور صحت ضبط وغیرہ کا حال بالکل صحیح معلوم کرنا تو اور بھی مشکل ہے[۱]۔ اور ان سب سے زیادہ مشکل یہ تحقیق کرنا ہے کہ ہر راوی نے ہر روایت کے بیان میں ان تمام جزئیات متعلقہ کو ملحوظ بھی رکھا ہے یا نہیں جو فقیہانہ نقطۂ نظر سے استنباط مسائل میں اہمیت رکھتی ہیں۔ یہ تو فن رجال کا معاملہ ہے۔ اس کے بعد دوسری اہم چیز سلسلہ اسناد ہے

---

[۱] پھر آخر وہ جملہ جو ابھی لکھا تھا کہ اسماء الرجال غلط نہیں ایک دل خوش کن نقرہ سے زیادہ اس کی کیا وقعت ہے اور اگر یہ سب امور جو مودودی صاحب لکھ رہے ہیں صحیح ہیں تو پھر آپ ہی بتلائیں کہ علم حدیث یا علم الرجال کو کس طرح قابل اعتماد مانا جائے۔

محدثین نے ایک ایک حدیث کے متعلق یہ تحقیق کرنے کی کوشش کی ہے کہ ہر راوی[19] جس شخص سے روایت لیتا ہے آیا اس کا ہم عصر تھا یا نہیں۔ ہم عصر تھا تو اس سے ملا بھی تھا یا نہیں اور ملا تھا تو آیا اس نے یہ خاص حدیث خود اس سے سنی یا کسی اور سے سُن لی اور اس کا حوالہ نہیں دیا۔ ان سب چیزوں کی تحقیق انھوں نے اسی حد تک کی جس حد تک انسان کر سکتے تھے۔ مگر لازم نہیں کہ ہر ہر روایت کی تحقیق میں یہ سب امور ان کو ٹھیک ٹھیک ہی معلوم ہو گئے ہوں۔ بہت ممکن ہے کہ جس روایت کو متصل السند قرار دے رہے ہیں وہ درحقیقت منقطع ہو اور انھیں یہ معلوم نہ ہو سکا ہو کہ بیچ میں کوئی ایسا مجہول الحال راوی چھوٹ گیا ہے جو ثقہ نہ تھا۔ اور انھیں

---

[19] کیا آج بھی کسی روایت کی تحقیق میں اس قسم کی احتیاطیں اور تحقیقات ممکن عادی ہے یا نہیں اور اگر نہیں اور قطعاً نہیں تو پھر آج کسی روایت پر کیسے کیسے اعتماد کیا جا سکتا ہے۔

[20] کسی چیز کے انسان کی امکانی حدود تک تحقیق کر لینے کے بعد پھر اس اگر مگر کا کیا مطلب ہے کسی واقعہ کی انتہائی امکانی تحقیق کے بعد اس پر بجز صحت کے اور بھی کوئی حکم لگایا جا سکتا ہے۔

معلوم نہ ہو سکا ہو...... یہ اور ایسے ہی بہت سے امور ہیں جن کی بنا پر اسناد اور جرح و تعدیل کے علم کو کلیتہً[21] صحیح نہیں سمجھا جاسکتا۔ یہ مواد اس حد تک قابلِ اعتماد[22] ضرور ہے کہ سنت نبوی اور آثار صحابہ کی تحقیق میں اس سے مدد لی جائے اور اس کا مناسب لحاظ رکھا جائے مگر اس قابل نہیں کہ بالکل اسی پر اعتماد کر لیا جائے۔

اس کے بعد تقریباً دو صفحے تک اسی پر زور دینے کے بعد کہ محدثین کی آراء ناقابلِ اعتماد ہیں لکھتے ہیں۔

اسناد کے علاوہ ایک اور کسوٹی بھی تھی جس پر وہ احادیث کو پرکھتے تھے...... یہ دوسری کسوٹی کونسی ہے۔ ہم اس سے پہلے بھی اشارۃً اس کا ذکر کئی مرتبہ کر چکے ہیں۔ جس شخص کو اللہ تعالیٰ تفقہ کی نعمت سے سرفراز فرماتا ہے

---

[21] اس لحاظ سے اب تک واقعی کوئی کامل مجدد پیدا نہیں ہوا اس لئے کہ اب تک جتنے بھی ناقص مجدد گذرے وہ علم حدیث اور اسماء الرجال کو قابل اعتماد ہی سمجھتے رہے اور اسلام کی اس مایۂ ناز چیز پر فخر کرتے رہے۔

[22] جب کہ نہ روایات پر جرح و تعدیل کا جو حکم لگایا ہے اس کی صحت یقینی نہ روایات کے متعلق جو انسانی حدود تک تحقیق کے بعد حکم لگایا گیا ہے اس کی صحت یقینی پھر یہ اعتماد کیا؟

اس کے اندر قرآن اور سیرتِ رسول کے غائر مطالعہ سے ایک خاص ذوق پیدا ہوجاتا ہے جس کی کیفیت بالکل ایسی ہوتی ہے جیسے ایک پرکھنے[۲۳] جوہری کی بصیرت کہ وہ جواہر کی نازک سے نازک خصوصیات تک کو پرکھ لیتی ہے اسکی نظر بحیثیت مجموعی شریعتِ حقّہ کے پورے سسٹم پر ہوتی ہے اور وہ اس سسٹم کی طبیعت کو پہچان جاتا ہے اس کے بعد جب جزئیات اس کے سامنے آتی ہیں تو اس کا ذوق اسے بتا دیتا ہے کہ کونسی چیز اسلام کے مزاج اور اسکی طبیعت

---

[۲۳] اس چیز سے انکار نہیں۔ سوال یہ ہے کہ یہ خاص ذوق اسلاف محدثین میں سے کسی میں بھی پیدا نہ ہوا کہ ان کی جرح و تعدیل میں ان کی دیانت تقویٰ۔ محنت جفاکشی کے اعلیٰ صفات کے باوجود احتمالات باقی رہے۔ کسی کا مزاج بھی مزاجِ نبوت کے قریب نہ ہوا جس کی توثیق و جرح پر اعتماد کر لیا جاتا۔ اس دور فساد میں ہر وہ شخص جو اہل علم ہو یا کم از کم ایک ماہ قرآن و حدیث کا غائر مطالعہ کرچکا ہو جوہری بن جاتا ہے جس کے ثمرات مودودی صاحب خود بھی دیکھ رہے ہیں کہ مرزائی مشرقی وغیرہ سب اسی ذوق سے کام لیکر احادیث کی کثیر تعداد رد کر رہے ہیں۔ کسی روشن دماغ کو قرآن پاک میں سور کے گوشت کی حرمت نہیں ملتی تو دوسرے اسلام کے مزاج شناسوں کو قربانی اسلامی فطرت کے خلاف ملتی ہے جس پر خود مودودی صاحب تنقیحات میں بہت ہلکے قلم سے رد کرچکے ہیں۔

سے مناسبت رکھتی ہے اور کونسی نہیں رکھتی۔ روایات پر جب وہ نظر ڈالتا ہے تو ان میں بھی یہی کسوٹی رد و قبول کا معیار بنجاتی ہے۔ اسلام کا مزاج عین ذات نبوی کا مزاج ہے جو اسلام کے مزاج کو سمجھتا ہے اور جس نے کثرت کے ساتھ کتاب اللہ و سنت رسول اللہ کا گہرا مطالعہ کیا ہے وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایسا مزاج شناس ہو جاتا ہے کہ روایات کو دیکھ کر خود بخود اس کی بصیرت اسے بتا دیتی ہے کہ ان میں سے کونسا فعل یا کونسا قول میری سرکار کا ہو سکتا ہے...... یہ اس لئے کہ اس کی روح روح محمدی میں گم اور اس کی نظر بصیرت نبویؐ کے ساتھ متحد ہو جاتی ہے۔ اس مقام پر پہنچ جانے کے بعد انسان اسناد کا بہت زیادہ محتاج نہیں رہتا وہ اسناد سے مدد[کہ] ضرور لیتا ہے مگر اس کے فیصلہ کا مدار اس پر

---

کہ جب وہ اس کا محتاج ہی نہیں رہا پھر اس فعل عبث کی کیا ضرورت باقی رہی کہ خواہ مخواہ اسماء الرجال کی کتابوں میں دردسری کرتا پھرے۔ مانا کہ بڑی تفتیش و تلاش کے بعد اسے معلوم ہو گیا کہ یہ روایت تو بالکل ضعیف ہے مگر اس کا نبوی مزاج اسکو قبول کر رہا ہے یا معلوم ہو گیا کہ سارے محدثین و فقہا نے اس حدیث کو قابل اعتماد قرار دیدیا مگر موجودہ مجتہد کا اسلامی مزاج اس کو اسلام کے منافی سمجھ رہا ہے تو پھر اسکی تحقیق و تفتیش میں ایسا قیمتی زمانہ جس کا ایک ایک منٹ آج کل اہم ہے ایسے بیکار کام میں خرچ کرنے سے اضاعت وقت کے سوا اور کیا ہے۔

نہیں ہوتا۔ وہ بسا اوقات ایک غریب ضعیف منقطع السند
مطعون فیہ حدیث کو بھی لے لیتا ہے اس لئے کہ اس کی نظر
اس افتادہ پتھر کے اندر ہیرے کی جوت دیکھ لیتی ہے اور
بسا اوقات وہ ایک غیر معلل غیر شاذ متصل السند مقبول
حدیث سے بھی اعراض کر جاتا ہے اس لئے کہ اس جام زریں
میں جو بادۂ معنی بھری ہوئی ہے وہ اسے طبیعت اسلام
اور مزاج نبوی کے مناسب نظر نہیں آتی۔ یہ چیز چونکہ
سراسر ذوقی ہے[۲۵] اور کسی ضابطہ کے تحت نہیں آتی نہ
آسکتی ہے اس لئے اس میں اختلاف کی گنجائش پہلے بھی

---

۲۵؎ کس قدر انتہائی خطرناک چیز آپ اپنی جماعت کو پلا رہے ہیں گویا اب سارے علم حدیث کا مذاق ہر شخص کے اپنے ذوق پر رہ گیا۔ جو حدیث کسی کے ذوق کے موافق ہے ہزار محدثین اس کو ضعیف ناقابل اعتبار کہتے رہیں وہ قابل اعتماد ہے اور جو حدیث اپنے ذوق کے خلاف ہے بلا سے سارے محدثین اس کو صحیح کہا کریں نبوت کا مزاج تو اس کو قبول نہیں کرتا۔ صحت و ضعف میں محدثین کی اندھی تقلید کی ہی اجازت دی جاسکتی ہے۔ جو شخص قرآن و حدیث کا گہرا مطالعہ کرے جس کی مقدار ایک ماہ سے کم ہرگز نہ ہو وہ اسلام کا مزاج شناس اور نبوی مزاج میں ایسا ڈھل جاتا ہے کہ اس کی روح روح محمدی میں گم ہو جاتی ہے۔ پھر سارے علم حدیث کا مدار اسکے ذوق پر رہ جاتا ہے۔ وہ اسناد کا محتاج بھی نہیں رہتا (باقی اگلے صفحہ پر)

تھی اور اب بھی ہے اور آئندہ بھی رہے گی۔

(تفہیمات صفحہ ۲۹۷)

مولوی صاحب اس خوشنما مضمون کو غور سے پڑھیئے اشتعال کے جذبات سے علیحدہ ہو کر پڑھیئے۔ یہ سارا مضمون علم وحدیث کو فنا نہیں کر رہا ہے۔ بلکہ سارے دین اسلام کو فنا کر رہا ہے قرآن پاک کی تفسیر کا مدار تو حدیث پر ہے اور احادیث کے مجموعہ کا یہ حشر کہ محدثین کے کلام پر نہ اسناد میں مدار رکھا جا سکتا ہے۔

## خطرناک نتائج

ان مضامین کو پڑھ کر میری عقل حیران رہ جاتی ہے کہ مودودی صاحب اور ان سے زیادہ تعجب آپ جیسے حضرات پر کہ آج کل کے حالات بھی آپ حضرات کے سامنے ہیں۔ اللہ کا خوف، دیانت، تقویٰ، جتنا اس دور میں لوگوں میں ہے وہ بھی کوئی مخفی چیز نہیں علمی استعدادوں کا حال

---

(باقی گذشتہ صفحہ سے آگے) جس حدیث کو اس کا ذوق قبول کرے چاہے سارے محدثین وفقہاء اس کو رد کر دیں وہ اس کو قابل اعتماد قرار دے سکتا ہے اور جس کو اس کا ذوق رد کر دے چاہے سارے اسلاف فقہاء و محدثین اس کو اہل اعتماد قرار دے دیں وہ اس کو رد کر سکتا ہے یہ کیوں؟ اس لئے کہ اسلاف پرستی کا بت تو جماعت کو خاص طور سے توڑنا ہے آپ خود ہی سوچ لیں کہ اس نظریہ پر جو جماعت اٹھائی جائے گی وہ کہاں تک پہنچے گی۔

بھی کم از کم اہل مدارس سے تو مخفی نہیں۔ پھر یہ آزادی قرآن و حدیث سے استنباط میں کن مصالح سے دی جا رہی ہے۔

علماء راسخین کی جماعت تو اللہ کی ذات سے قوی امید ہے کہ اس گمراہی میں مبتلا نہ ہو گی (اللہ تعالیٰ شانہٗ اپنے لطف و کرم سے اس گمراہی کے سمندر میں غرق ہونے سے ان کی حفاظت فرمائے) وہ ان شاء اللہ کبھی بھی اس کی جرأت نہ کریں گے کہ اسلاف کی تحقیق کے خلاف کسی روایت کو قبول کریں یا رد کر دیں۔ اس لئے کہ جتنا بھی ان کے علوم میں رسوخ پیدا ہوتا جائے گا۔ ان کو اسلاف کی دقت نظر اسلام کے علوم کی گہرائی اور وسعت نظر اور احادیث کے بارے میں ان کی احتیاط کا جزم بڑھتا ہی چلا جائے گا۔ خود مودودی صاحب کو علماء کی اس حرکت پر بہت غصہ ہے وہ لکھتے ہیں:۔

> افسوس کہ علماء (الا ماشاء اللہ) خود اسلام کی حقیقی روح سے خالی ہو چکے تھے ان میں اجتہاد کی قوت نہ تھی ان میں تفقہ نہ تھا۔ ان پر تو اسلاف کی اندھی اور جامد تقلید کا مرض پوری طرح مسلط ہو چکا تھا جس کی وجہ سے وہ ہر چیز کو ان کتابوں میں تلاش کرتے تھے جو خدا کی کتابیں نہ تھیں وہ ہر معاملہ میں ان انسانوں کی طرف رجوع کرتے تھے جو خدا کے نبی نہ تھے۔ بد قسمتی (بلکہ خوش قسمتی) یہ ہے کہ علماء اسلام کو اب تک اپنی غلطی کا احساس نہیں ہوا ہے

قریب قریب ہر اسلامی ملک میں علماء کی جماعت اب بھی
اُسی روش پر قائم ہے اور اصرار و شدت کیساتھ قائم ہے
(تنقیحات صفحہ ۳۰ و ۳۱)

لیکن میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ جو کم علم نوعمر طلبہ جن کی طبیعت میں بمقتضائے عمر خود رائی و تفوق کا جوش ہو یا پھر وہ علماء جن کا سرمایہ علم صرف بہترین تقریر و تحریر ہو یا پھر قوم کے لیڈر بالخصوص اخبارات کے ایڈیٹر جو عربی جاننے کے باوجود بھی قرآن فہمی میں اپنے آپ کو تنگ نظر مولویوں سے کہیں زائد سمجھتے ہیں۔ جب ان سب کو یہ زہر پلایا جائے گا کہ احادیث میں محدثین کی رائے پر مدار رکھنا غلط ہے ہم میں سے ہر شخص کو اپنے اپنے ذوق کے موافق احادیث کو راجح قرار دینا چاہیئے چاہے وہ اسلاف کے خلاف ہوں چاہے موجودہ زمانہ کے علماء کے اس لئے کہ مجتہدین میں ہمیشہ اختلاف ہوتا ہی آیا ہے اور اسلاف پرستی کے بُت کو تو خاص طور سے توڑنا ہے۔ ایسی حالت میں آپ تھوڑے سے غور سے نہیں بلکہ بے سوچے ہی بتا دیجئے کہ ان بیچاروں کے دین کا کیا حشر ہوگا۔ بالخصوص تیسرا طبقہ جو پہلے ہی سے علماء کے قلادہ کو اپنی گردن سے نکالنے کے لئے ہر وقت سعی میں رہتا ہے جس کو اپنی روشن دماغی اور فکر قرآن پر خصوصیت سے ناز ہوتا ہے وہ یہ سمجھتا ہے کہ علوم قرآنی کو جتنا میں نے سمجھا اتنا نہ کسی پہلے آنیوالے نے سمجھا نہ آئندہ شاید کوئی سمجھے۔ ایسے لوگوں کو جب خاص طور سے

اس بنیاد پر اٹھایا جائے گا کہ اسلاف کی بات ماننا اسلاف پرستی ہے۔ اس بت کو خاص طور سے توڑنا ہے تو آپ غور کیجئے کہ یہ لوگ کہاں پہنچیں گے ان کو بار بار مختلف عنوانات سے جب یہ ذہن نشین کرایا جائے گا کہ اس وقت مسلمانوں کے لئے سب سے بڑی بلکہ اصلی مصیبت یہی ہے کہ ان میں تفقہ فی الدین اور تدبر فی الکتاب وابستہ نہیں۔ ان سے کہا جائے گا کہ یہی جہالت (یعنی تدبر فی القرآن کی کمی)، ہم ایک نہایت قلیل جماعت کے سوار مشرق سے مغرب تک مسلمانوں میں دیکھ رہے ہیں خواہ وہ ان پڑھ عوام ہوں۔ یا دستار بند علمار، یا خرقہ پوش مشائخ یا کالجوں کے تعلیم یافتہ حضرات، اسلام میں ایک نشاۃ جدیدہ کی ضرورت ہے پرانے اسلامی مفکرین و محققین کا سرمایہ اب کام نہیں دے سکتا تو مولانا آپ بتلائے کہ اس قسم کے ہفوات سے عوام پر جو زہر چڑھے گا اس کے لئے کونسا تریاق آپ کے پاس ہے۔

ایک جگہ ترکی پر توجہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں، ترکی قوم اسلام میں اس وقت داخل ہوئی جب مسلمانوں کے ذہنی انحطاط کا آغاز ہو چکا تھا۔ روح جہاد اگرچہ زندہ تھی مگر روح اجتہاد مردہ ہو چکی تھی، شریعت میں تقلید جامد کا غلبہ تھا۔ قرآن و سنت سے براہِ راست اکتساب علم رکھنے والے مفقود تھے۔ علمار زیادہ تر الفاظ کے گورکھ دھندوں میں پھنسنے والے کلام کی پیچیدگیوں میں الجھنے والے اور

متقدمین کے روندے ہوئے راستوں پر شرح وایضاح کے چھکڑے چلانے والے تھے۔ (تنقیحات صفحہ ۷۲)

وہ ابھی تک اصرار کر رہے تھے کہ ترکی قوم میں وہی فقہی قوانین نافذ کئے جائیں گے جو شامی کنز الدقائق میں لکھے ہوئے ہیں۔ خواہ اس اصرار کا نتیجہ یہی کیوں نہ ہو کہ ترک ان قوانین کے اتباع سے بھی آزاد ہو جائیں جو قرآن وسنت میں مقرر کئے گئے ہیں (تنقیحات صـ۲۶) کیا جناب کی بھی یہی رائے ہے کہ کنز وشامی میں قرآن وسنتِ رسول کے خلاف مسائل ہیں۔

نظام تعلیم کی اصلاح کرتے ہوئے مودودی صاحب لکھتے ہیں کہ

> علوم اسلامیہ کو بھی قدیم کتابوں سے جوں کا توں نہ لیجئے بلکہ ان میں سے[1] متاخرین کی آمیزشوں کو الگ کر کے اسلام کے دائمی اصول اور حقیقی اعتقادات اور غیر متبدل قوانین لیجئے۔
>
> قرآن اور سنت رسول کی تعلیم سب پر مقدم ہے مگر تفسیر وحدیث کے پرانے ذخیروں سے نہیں۔ ان کے

---

[1] قدیم کتابوں کے متاخرین آپ خود سمجھ لیجئے "کون حضرات ہوئے اور حقیقی اعتقادات کا مفہوم کسی وقت شاید عرض کر سکوں جن کی طرف مودودی صاحب خود اپنی تحریرات میں اشارے کرتے ہیں کہ علم کلام میں بھی میرا خاص مسلک ہے ۱۲۔

پڑھانے والے ایسے ہونے چاہئیں جو قرآن[1] وسنت کے مغز کو پاچکے ہوں۔ اسلامی قانون کی تعلیم بھی ضروری ہے۔ مگر یہاں بھی پرانی کتابیں کام نہ دیں گی۔

(تنقیحات ص ۱۲۶)

صدیوں سے ہماری مذہبی رہنمائی جس گروہ کے ہاتھ میں ہے اس نے اسلام کو ایک جامد وغیر متحرک چیز بنا دیا۔ (تنقیحات ص ۱۲۰)

کیا جناب کا خیال بھی یہی ہے کہ اسلام ایک متحرک چیز ہے جو زمانہ کے تغیرات کے ساتھ بدلتا رہے۔ وہ لکھتے ہیں۔

ائمہ فقہ، متکلمین مفسرین اور محدثین رحمہم اللہ اجمعین کے علم وفضل اور ان کی جلالت[2] شان سے کون انکار

---

[1] اور ایسے لوگوں کا مرتبہ آپ ابھی پڑھ چکے ہیں کہ ان کا مزاج نبوت کا مزاج بن جاتا ہے۔ وہ پہلی نظر میں حدیث کو پرکھ لیتے ہیں۔ اسناد کے زیادہ محتاج نہیں رہتے۔ اپنے ذوق سے ایسی احادیث کو بھی رد کر سکتے ہیں جن کو محدثین نے صحیح کہا ہو اور ایسی احادیث کو بھی قبول کر سکتے ہیں جن کو محدثین نے ضعیف کہا ہو۔ ائمہ حدیث کی اندھی تقلید ان کا شیوہ نہیں ہو گا۔

[2] ان کی جلالت شان کا کیا فائدہ ہے جب ان کا قول قابل اعتماد نہیں

کرسکتا ہے۔ مگر وہ انسان تھے۔ اکتساب[1] علم کے وہی ذرائع رکھتے تھے جو عام انسانوں کو حاصل ہیں ان کے پاس وحی نہیں آتی تھی بلکہ وہ اپنی عقل و بصیرت کے ساتھ کلام اللہ و سنت رسول اللہ میں غور و فکر کرتے تھے اور جو اصول انکے نزدیک متحقق ہو جاتے تھے انھیں سے وہ قوانین و عقائد کے فروع مستنبط کر لیا کرتے تھے۔ ان کے یہ اجتہادات ہمارے لئے مددگار اور رہنما بن سکتے ہیں مگر بجائے خود اسلی اور منبع نہیں بن سکتے (تنقیحات ص۱۳۱)

---

[1] اگر مودودی صاحب ان حضرات کے اکتساب علم اور اس زمانہ کے طلبہ علوم کے احوال کا کسی وقت غور سے موازنہ کر لیتے تو شاید ایسی بات قلم پر آنا تو درکنار دل میں بھی جگہ نہ پکڑتی۔ آپ ناراض نہ ہوں تو آپ کو ایک مقولہ یاد دلاتا ہوں الفاظ سے آپ کو قائل اور محل یاد آجائے گا "حضرت بڑی دقت یہ ہے کہ کوئی حدیث تلاش کرنی ہو تو ہمیں حدیث کی کتابوں میں نہیں ملتی ایک حدیث کی ضرورت تھی بہت تلاش کی کہیں نہ ملی ایک قادیانی کی کتاب میں ملی" او کما قال۔ آپ انصاف سے فرمائیں یہ کسی خاص شخص پر اعتراض نہیں ہم لوگوں کی عمومی استعداد یہی ہے۔ اس پر یہ زور کہ ہر شخص حدیث پر تنقید کرنے لگے اندھی تقلید نہ کرے اسناد سے بے نیاز ہو کر قرآنی بصیرت سے بے دھڑک احادیث پر حکم لگائے۔ عقل حیران ہے کہ آپ ان چیزوں کو کیسے برداشت کر رہے ہیں۔

جب قرآن میں غور و فکر کرنا چھوڑ دیا گیا جب احادیث کی تحقیق اور چھان بین بند ہو گئی۔ جب آنکھیں بند کر کے پچھلے مفسرین اور محدثین کی تقلید کی جانے لگی جب پچھلے فقہاء اور متکلمین کے اجتہادات کو اٹل اور دائمی قانون بنا لیا گیا جب کتاب و سنت سے براہِ راست اکتساب علم ترک کر دیا گیا اور جب کتاب و سنت کے اصول کو چھوڑ کر بزرگوں کے نکالے ہوئے فروع ہی اصل بنا لئے گئے تو اسلام کی ترقی دفعۃً رک گئی (تنقیحات ص ۱۳۱)

کبھی یہ نہ سمجھیں کہ وہ۔ (فقہاء، متکلمین، مفسرین اور محدثین) جو کچھ لکھ گئے وہ اٹل قانون ہے یا ان کی کتابوں نے ہم کو قرآن مجید میں غور و فکر اور احادیث نبوی کی تحقیق سے بے نیاز کر دیا یا اُن کے بعد کتاب و سنت سے براہِ راست اکتسابِ علم کا دروازہ بند ہو گیا۔

(تنقیحات ص ۱۳۵)

جب تک مسلمانوں کا تعلیم یافتہ طبقہ قرآن و سنت تک بلا واسطہ دسترس حاصل نہ کرے گا اسلام کی رُوح کو نہ پا سکے گا نہ اسلام میں بصیرت حاصل کر سکے گا وہ ہمیشہ مترجموں اور شارحوں کا محتاج رہے گا اور اس طرح آفتاب کی روشنی اس کو براہ راست آفتاب سے کبھی نہ مل سکے گی

بلکہ مختلف قسم کے رنگین آنگیٹوں کے واسطے سے ملتی رہے گی۔

(تنقیحات ص۲۰۴)

قرآن کیلئے کسی تفسیر کی حاجت نہیں ایک اعلیٰ درجہ کا پروفیسر کافی ہے جس نے قرآن کا بنظر غائر مطالعہ کیا ہو اور جو طرز جدید پر قرآن پڑھانے اور سمجھانے کی اہلیت رکھتا ہو۔

(تنقیحات ص۲۱۲)

چند ایسے فضلاء کی خدمات حاصل کی جائیں جو مذکورۂ بالا علوم پر جدید کتابیں تالیف کریں خصوصیت کے ساتھ اصول فقہ احکام فقہ اسلامی معاشیات پر جدید کتابیں لکھنا نہایت ضروری ہے کیونکہ قدیم کتابیں اب درس تدریس کے لئے کارآمد نہیں ہیں، ارباب اجتہاد کیلئے تو بلاشبہ ان میں بہت اچھا مواد مل سکتا ہے مگر انکو جوں کا توں لیکر موجودہ زمانے کے طلبہ کو پڑھانا بالکل بے سود[1] ہے (بحوالہ بالا صفحہ ۲۱۳)

اسلامی تحریک کی راہ میں دوسری رکاوٹ وہ جامد اور بے روح مذہبیت ہے جس کو آجکل اصل اسلام سمجھا جارہا ہے، اس غلط مذہبیت کا پہلا بنیادی

---

[1] کم از کم جناب تو ایک بے سود کام میں اپنے قیمتی اوقات کو ضائع فرمارہے ہیں کہ انھیں بے کار کتابوں کو ہر سال پڑھاتے ہیں ۱۲

نقص یہ ہے۔ دوسرا بنیادی نقص اس مسخ شدہ مذہبیت
میں یہ ہے کہ اس میں اجتہاد کا دروازہ بند ہے جس کی وجہ
سے اسلام زندہ تحریک کے بجائے محض عہد گذشتہ کی ایک
تاریخی تحریک بن کر رہ گیا ہے اور اسلام کی تعلیم دینے والی
درسگاہیں آثار قدیمہ کے محافظ خانوں میں تبدیل ہوگئیں۔

(ترجمان جلد ۱۷ عدد ۴ صـ۲۶۴)

مولانا ذرا انصاف سے غور تو کیجئے آخر آپ حضرات دنیا کو کہاں لے جا رہے ہیں۔ اس دورِ فساد میں جبکہ ہر شخص اغراض پرستی میں دیوانہ بنا ہوا ہے تو آپ ایسے دور میں احادیث کے مجموعہ کو ناقابل اعتماد قرار دے کر اسلاف کے منصوصات سے دنیا کو آزاد کر کے ان کو اجتہاد کی ترغیبیں دے رہے ہیں۔ سوچ لیجئے کہ پھر یہ آپ کا متحرک اسلام ہوائی جہاز بن کر کہاں پہنچے گا۔ اس کے ساتھ ایک نظر اس خطبہ پر بھی ڈال لیں جو مودودی صاحب نے دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ کی انجمن اتحاد طلبہ کے جلسہ میں دیا تھا کہ۔

---

[1] اس کی طرف میں ص۳۲ میں آپ کی توجہ مبذول کرا چکا ہوں۔ ۱۲

[2] کم از کم مودودی حضرات کو تو ہرگز کسی ایسی درسگاہ میں ایک منٹ کے لئے بھی نہیں رہنا چاہئے جو محض آثارِ قدیمہ کی محافظ ہوں۔ یا ایہا الذین امنوا لم تقولون ما لا تفعلون کبر مقتاً عند اللہ ان تقولوا ما لا تفعلون۔

"اس سارے نظام تعلیم کو ادھیڑ کر از سر نو ایک دوسرا ہی نظام تعلیم بنانا ہوگا (ترجمان شوال ۵۹ھ جلد ۱، اعداد ۴، ۵ صفحہ ۳۴۹)

اس کے بعد اس ساری اصلاحات کے ساتھ جن پر مودودی صاحب تعلیم و احادیث پر تنقید کے سلسلہ میں زور دے رہے ہیں خود مودودی صاحب کے الفاظ کی روشنی میں اپنے مسلک پر غور کیجئے۔ وہ لکھتے ہیں۔

اس میں شک نہیں کہ اخبار آحاد سے جو تفصیلات معلوم ہوتی ہیں وہ بھی کچھ نہ کچھ مختلف ہیں اور ان کی بنا پر متعدد مذہب نکلتے ہیں مگر اول تو ان میں بمشکل پانچ سات مذاہب نکلنے کی گنجائش ہے اور پھر ان سے جتنے مذہب بھی نکلتے ہیں ان میں سے ہر ایک کو کسی بالا تر اقتدار کی سند حاصل ہے جس کی قوت سے مسلمانوں کی ایک بڑی جماعت اس کا اتباع کر رہی ہے۔ بخلاف اسکے اخبار احاد کو بالکلیہ رد کرنے کے بعد بے شمار مذاہب کی گنجائش نکل آتی ہے اور ان میں سے کسی کو بھی کوئی ایسی سند حاصل نہیں ہوتی جو زیادہ نہیں دو ہی مسلمانوں کو کسی ایک جزئیہ میں ایک طریقہ پر جمع کر دے نتیجہ اس کا بالکل ظاہر ہے (تفہیمات صفحہ ۳۱۵)

خدارا کچھ تو انصاف سے غور کیجئے۔ احادیث کو بالکلیہ ترک

کرنے میں جس شدید مضرت کا مودودی صاحب خود اعتراف کر رہے ہیں احادیث کے جرح و تعدیل میں اس وسعت کے بعد جو مودودی صاحب اس زمانہ کے نونہالوں کو بخش رہے ہیں کونسی حدیث کو رد نہیں کیا جا سکتا۔ مجموعہ رد کرنے کو مودودی صاحب خطرناک سمجھتے ہیں۔ لیکن جب ہر ہر حدیث کو رد کیا جا سکتا ہے پھر مجموعہ کے رد نہ کرنے کی حقیقت تسلی آمیز الفاظ کے سوا کیا رہی۔ جب محدثین و مجتہدین اور اسلاف کے بالاتر اقتدار کی سند کو مودودی صاحب خود مٹا رہے ہیں پھر امکان کے درجہ میں بھی اس کا تصور باقی رہ سکتا ہے کہ اس دور فساد و ہوا پرستی میں اسلام میں لاکھوں کروڑوں مذاہب پیدا نہیں ہو جائیں گے؟ آپ نہ فرمائیں کہ اس زمانہ میں متعارف غیر مقلدین میں کونسے ہزاروں مذہب پیدا ہو گئے اس لئے کہ وہ جماعت صرف مجتہدین کے تقلید سے انکار کرتی ہے۔ محدثین کی بالادستی اور ان کے فیصلہ سے باہر نکلنے کا ارادہ نہیں کرتی اور آپ اپنی جماعت کو دونوں کے اقتدار و اتباع سے نکال رہے ہیں۔ مودودی صاحب نے اپنا آخری فیصلہ جو تفہیمات طبع چہارم ص۳۰۰ میں نظر ثانی اور اصلاح کے بعد شائع فرمایا ہے یہ ہے کہ

> تفقہ مجتہد میں بھی خطا کا امکان ہے اور اسنادِ حدیث میں بھی۔ پس میرے نزدیک لازم ہے کہ ایک ذی علم آدمی مجتہدین کے اجتہادات اور احادیث کی روایات

دونوں میں نظر کر کے حکم شرعی کی تحقیق کرتا رہے
وہ لوگ جو حکم شرعی کی خود تحقیق نہیں کر سکتے تو
ان کے لئے یہ بھی صحیح ہے کہ کسی عالم پر اعتماد کریں اور
یہ بھی صحیح ہے کہ جو مستند حدیث مل جائے اس پر عمل
کریں۔

سابقہ مجتہدین اور محدثین میں تو خطا کا امکان ہر ہر قدم پر ہے لیکن اس خیر القرون کے معصومین عن الخطاء کو حق ہے کہ مجتہدین کے جس اجتہاد کو چاہے رد کر دیں اور محدثین کی کسی بھی تحقیق کو صرف امکان خطا کی بنا پر پس پشت ڈالدیں اور اس سے بڑھ کر یہ کہ جو خود تحقیق نہیں کر سکتا وہ جس مستند حدیث پر چاہے عمل کرلے جب وہ خود تحقیق نہیں کر سکتا تو اس کو حدیث کا مستند ہونا کیسے معلوم ہو گا۔ اور مستند ہونے کے بعد اس کا ماؤل یا منسوخ ہونا کیسے معلوم ہو گا اور اس کو آپ ہی سمجھ سکتے ہیں کہ مودودی صاحب کے اس آخری اور حتمی فیصلہ کے بعد جو انھوں نے مجتہدین اور محدثین میں امکان خطا کے بعد فرمایا ہے۔ مودودی صاحب کو اگر کوئی شخص ترقی یافتہ غیر مقلد کہے تو آپ حضرات جو مدعی سست گواہ چست کے مصداق ہیں۔ کیوں اس کی تردید کرتے پھرتے ہیں۔

# مودودی لٹریچر میں دین وعبادت کا استہزاء

(۵) پانچویں چیز جس کی طرف میں جناب کی خصوصی توجہ مبذول کرانا چاہتا ہوں وہ دین اور عبادت کا استہزاء، اہل دین اور علماء کی اہانت ہے۔ لٹریچر کی کوئی کتاب اٹھا لیجئے اس کفرہ سے خالی نہ ملے گی۔ آپ ہی غور کیجئے کہ یہ بات ایک عام مسلمان کے لئے بھی قابلِ برداشت نہیں چہ جائیکہ کسی عالم سے کیا احیاً دین اسی کا نام ہے کہ دین کی باتوں کا مذاق اڑایا جائے۔

میں ہر نمبر میں صرف نمونہ کے طور پر چند مثالوں پر اکتفاء کرتا ہوں اسلئے کہ بقول خود جناب نے سارا لٹریچر ملاحظہ فرمایا ہے اسلئے چند نمونوں پر بندہ کے توجہ دلانے سے جناب خود خیال فرما لیں گے کہ اس نوع کے بیسیوں مثالیں آپ کو ملیں گی غور سے ملاحظہ فرمائیں مودودی صاحب کہتے ہیں۔

آپ اس نوکر کے متعلق کیا کہیں گے جو آقا کی مقررِ کی ہوئی ڈیوٹی پر جانے کے بجائے ہر وقت بس اسکے سامنے ہاتھ باندھے کھڑا رہے اور لاکھوں مرتبہ

اس کا نام جپتا چلا جائے۔ آقا اس سے کہتا ہے کہ جا فلاں آدمیوں کا حق ادا کر مگر یہ جاتا نہیں بلکہ وہیں کھڑے کھڑے آقا کو جھک جھک کر دس سلام کرتا ہے اور پھر ہاتھ باندھ کر کھڑا ہو جاتا ہے آقا اسے حکم دیتا ہے کہ جا فلاں فلاں خرابیوں کو مٹا دے مگر یہ ایک انچ وہاں سے نہیں ہٹتا اور سجدے پر سجدے کئے جاتا ہے۔ آقا حکم دیتا ہے کہ چور کا ہاتھ کاٹ دے یہ حکم سنکر بس وہیں کھڑے کھڑے نہایت خوش الحانی کے ساتھ چور کا ہاتھ کاٹ دے چور کا ہاتھ کاٹ دے بیسیوں مرتبہ پڑھتا رہتا ہے مگر ایک دفعہ بھی اس نظام حکومت کے قیام کی کوشش نہیں کرتا جس میں شرعی حدود جاری ہوں۔ کیا آپ کہہ سکتے ہیں کہ یہ شخص حقیقت میں آقا کی بندگی کر رہا ہے۔ آپ کا کوئی ملازم یہ رویہ اختیار کرے تو میں جانتا ہوں کہ آپ اسے کیا کہیں گے مگر حیرت ہے آپ پر کہ خدا کا جو نوکر ایسا کرتا ہے آپ اسے بڑا عبادت گذار کہتے ہیں ۔ ۔ ۔ ۔ یہ غلط فہمی صرف اس وجہ سے ہے کہ آپ عبادت کا صحیح مطلب نہیں جانتے۔ (خطبات ص ۷۷)

یہ تو میں پہلے عرض کر چکا ہوں کہ یہ مثال صرف اسی تعریف پر صحیح ہو سکتی ہے جو مودودی صاحب نے عبادت کے معنی میں کر رکھی ہے بلکہ حقیقت میں تو جب صحیح ہو سکتی ہے جب کہ اسکے سامنے ہاتھ باندھے کھڑا رہنا یا سجدہ پر سجدہ کرنا وغیرہ امور ڈیوٹی سے نکال دیئے جائیں اور اگر یہ بھی ڈیوٹی کے اجزاء ہیں تو پھر آپ ہی بتائیں کہ یہ مثال کیسے صحیح ہو سکتی ہے۔ لیکن اس سے قطع نظر اس وقت تو مجھے جس طرف توجہ دلانا ہے وہ یہ ہے کہ یہ آخر کن لوگوں کا مذاق اڑایا جا رہا ہے۔ کن اکابر کو احمق اور بیوقوف بنایا جا رہا ہے۔ کن ارشادات نبویہ پر پھبتی اڑائی جا رہی ہے۔

## دین اور عبادت کے متعلق چند آیات قرآنیہ اور احادیث نبویہ

کیا لَا یَزَالُ عَبْدِیْ یَتَقَرَّبُ اِلَیَّ بِالنَّوَافِلِ حَتّٰی اُحِبَّهٗ فَاِذَا اَحْبَبْتُهٗ كُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِیْ یَسْمَعُ بِهٖ وَبَصَرَهُ الَّذِیْ یُبْصِرُ بِهٖ وَیَدَهُ الَّتِیْ یَبْطِشُ بِهَا وَرِجْلَهُ الَّتِیْ یَمْشِیْ بِهَا

(الحدیث للبخاری) جمع الفوائد صفحہ ۱۱۹

اس کے سوا کچھ اور ہے جس کا مذاق اڑا گیا۔ کیا وَالَّذِیْنَ یَبِیْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّقِیَامًا ۔ اس کے سوا کچھ اور ہے کہ ہاتھ باندھے کھڑے رہیں یا سجدہ میں پڑے رہیں۔ کیا یہ

صحیح نہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صحابی سے ارشاد فرمایا کہ مانگ کیا مانگتا ہے انہوں نے عرض کیا کہ جنت میں حضورؐ کی رفاقت نصیب ہو جائے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت اعنی علی نفسک بکثرۃ السجود ۴۹؎ (مسلم وابی داؤد) فرمایا تھا یا یہ فرمایا تھا کہ جا کر چور کا ہاتھ کاٹ دے کیا۔ عَنْ مَّعْدَانَ لَقِيْتُ ثَوْبَانَ مَوْلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ اَخْبِرْنِيْ بِعَمَلٍ اَعْمَلُهٗ يُدْخِلُنِي الْجَنَّةَ اَوْ قَالَ اَحَبُّ الْاَعْمَالِ اِلَى اللّٰهِ فَسَكَتَ ثُمَّ سَاَلْتُهٗ فَسَكَتَ ثُمَّ سَاَلْتُهُ الثَّالِثَةَ فَقَالَ سَاَلْتُ عَنْ ذٰلِكَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ عَلَيْكَ بِكَثْرَةِ السُّجُوْدِ ۵۰؎

(الحدیث لمسلم والترمذی والنسائی)

کیا لاکھوں مرتبہ اس نام کا جپنا جس کا ایک مرتبہ نام لینے سے زبان میں لذت دل میں سرور، دماغ میں سکون پیدا ہوتا ہے ایسی کڑوی چیز تھی جس کو دنیوی آقا کی آقا آقا چلاتے رہنے کی بدمزہ چیز سے تشبیہ دی گئی۔ اگر وَالذّٰكِرِيْنَ اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّالذّٰكِرٰتِ میں کوئی تحریف کی جا سکتی ہے تو اَنَا مَعَ عَبْدِيْ اِذَا ذَكَرَنِيْ وَتَحَرَّكَتْ بِيْ شَفَتَاهُ اور لَا يَزَالُ لِسَانُكَ رُطَبًا مِّنْ ذِكْرِ اللّٰهِ اور اَيُّ الْاَعْمَالِ اَحَبُّ اِلَى اللّٰهِ کے جواب میں اَنْ تَمُوْتَ وَلِسَانُكَ رُطَبٌ مِّنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ۵۱؎ تو اس کا پاک نام جپنے میں صاف ہیں۔ اَلَا اُنَبِّئُكُمْ بِخَيْرِ اَعْمَالِكُمْ وَاَزْكٰهَا عِنْدَ مَلِيْكِكُمْ وَاَرْفَعِهَا فِيْ دَرَجَاتِكُمْ وَخَيْرٌ لَّكُمْ

مِنْ اِنْفَاقِ الذَّهَبِ وَالْوَرِقِ وَخَيْرٌ لَّكُمْ مِّنْ اَنْ تَلْقَوْا عَدُوَّكُمْ فَتَضْرِبُوْا اَعْنَاقَهُمْ وَيَضْرِبُوْا اَعْنَاقَكُمْ قَالُوْا بَلٰى قَالَ ذِكْرُ اللّٰهِ ۔ میں تو کسی قسم کی تاویل کی گنجائش نہیں یہاں تو اللہ کے ذکر کو سونا، چاندی خرچ کرنے سے اور جہاد سے بھی افضل فرمادیا ۔ کیا سینکڑوں حدیثیں اللہ کے پاک نام کی کثرت میں وارد نہیں ہوئی کیا حدیث میں ۔ مَنْ عَجَزَ مِنْكُمْ عَنِ اللَّيْلِ اَنْ يُّكَابِدَهٗ وَبَخِلَ بِالْمَالِ اَنْ يُّنْفِقَهٗ وَجَبُنَ عَنِ الْعَدُوِّ اَنْ يُّجَاهِدَهٗ فَلْيُكْثِرْ ذِكْرَ اللّٰهِ وارد نہیں ہوا ۔ کیا اس میں اللہ کا نام جپنے کے علاوہ کوئی دوسری چیز مراد ہو سکتی ہے ۔

اسی طرح چور کا ہاتھ کاٹ دے چور کا ہاتھ کاٹ دے کا مودودی صاحب مذاق اڑائیں اور آپ لوگوں کو ایسے مضامین کے پڑھنے کی کثرت سے ترغیبیں دیں ۔ لیکن جس کے نوکر ہیں اس نے وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا میں اس حکم کے ترتیل سے پڑھنے کا حکم ہی دیا ہے ۔ اس کے پاک رسول نے کیا ۔ عَلَيْكَ بِتِلَاوَةِ الْقُرْاٰنِ وَذِكْرِ اللّٰهِ فَاِنَّهٗ ذِكْرٌ لَّكَ فِي السَّمَآءِ وَنُوْرٌ لَّكَ فِي الْاَرْضِ ارشاد نہیں فرمایا ۔ حقیقت یہ ہے کہ قرآن پاک کو اہل دنیا کے احکام کے ساتھ تشبیہ دینا روح قرآن سے انتہائی ناواقفیت کی دلیل ہے ۔ دنیا کے احکام صرف

عمل کے لئے دیئے جاتے ہیں سو اہ عمل کرنے کے انکی اپنی کوئی قیمت نہیں ان کو اگر کوئی ذکر آقا کے پاس کھڑے ہو کر بار بار پڑھتا رہے تو یقیناً تمسخر ہے لیکن کیا قرآن پاک بھی ایسا ہی حکم ہے۔ کیا خود قرآن پاک اور احادیث کثیرہ میں قرآن پاک کے بار بار پڑھنے کی انتہائی ترغیب و تحریص نہیں ہے کیا اسکی دن رات تلاوت کو لاحسد الافی اثنین میں قابل رشک نہیں قرار دیا گیا؟ کیا اس کے ایک ایک حرف کی تلاوت پر دس دس نیکیوں کا وعدہ نہیں کیا گیا۔

اصل یہ ہے کہ مودودی صاحب ان سب چیزوں کی لذت سے آشنا ہی نہیں ہیں۔ ان کی لذت کسی کی جوتیاں سیدھی کرنے سے حاصل ہوتی ہے اور مودودی صاحب کے لئے فکر اسلامی میں اور اقامت دین کی خاطر کسی کی جوتیاں سیدھی کرنا صنم پرستی کے مشابہ ہے تو پھر وہ ان چیزوں کے مغز تک کہاں پہنچ سکتے ہیں۔ لیکن جناب کے متعلق تو یہ خیال نہ تھا کہ آپ بھی ایسی واضح چیزوں میں انکے ہمنوا بن جائیں گے۔ اگر یہ تاویل کی جائے کہ اصل مقصد ان چیزوں کا تمسخر نہیں ہے۔ بلکہ اپنے خیال کے موافق جس چیز کو سب سے اہم سمجھ رکھا ہے اسکی تاکید مقصود ہے تو اوّل تو آپ خود ہی سمجھ لیجئے کہ وہ ان ارکان مقصودہ مستقلہ کے برابر نہیں ہے اور اگر جمہور کی رائے کے خلاف مودودی صاحب کو اسی پر اصرار ہے تو پھر بھی ان عبادات مقصودہ کا استہزا تو اسلامی شان

کے بالکل خلاف ہے پھر یہ کہ اس قسم کی ایک دو مثالیں نہیں ہیں۔ مختلف انداز سے مودودی صاحب ان عبادات پر طنز کرتے ہیں۔

## امام مہدی علیہ السلام کے متعلق مودودی صاحب کی تحقیقات!

اسی طرح مودودی صاحب لکھتے ہیں۔

مسلمانوں میں جو لوگ الامام المہدی کے آنے کے قائل ہیں وہ بھی ان متجددین سے جو اس کے قائل نہیں ہیں اپنی غلط فہمیوں میں کچھ پیچھے نہیں ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ امام مہدی کوئی اگلے وقتوں کے مولویانہ وصوفیانہ وضع قطع کے آدمی ہوں گے۔ تسبیح ہاتھ میں لئے یکایک کسی مدرسہ یا خانقاہ کے حجرہ سے برآمد ہونگے آتے ہی الامام المہدی کا اعلان کر دیں گے علماء ومشائخ کتابیں لئے ہوئے پہنچ جائیں گے۔ اور لکھی ہوئی علامتوں سے ان کے جسم کی ساخت وغیرہ کا مقابلہ کر کے انہیں شناخت کریں گے۔ پھر بیعت ہوگی اور اعلان جہاد کر دیا جائے گا۔ چلے کھینچے ہوئے درویش اور سب پرانے طرز کے بقیۃ السلف ان کے جھنڈے تلے جمع ہوں گے، تلوار تو محض شرط پوری کرنے کیلئے

برائے نام چلانی پڑے گی ۔ اصل میں سارا کام برکت اور روحانی تصرف سے چلے گا۔ پھونکوں اور وظیفوں کے زور سے میدان جیتے جائیں گے ۔ جس کافر پر نظر مار دیں گے تڑپ کر بیہوش ہو جائے گا اور محض بددعا کی تاثیر سے ٹینکوں اور ہوائی جہازوں میں کیڑے پڑ جائیں گے ۔ عقیدہ ظہور مہدی کے متعلق عام لوگوں کے تصورات کچھ اسی قسم کے ہیں الخ طویل لاطائل عبارۃ تجدید و احیاء دین صفحہ ۳۲

اس قسم کے تصورات کو اور زیادہ بھیانک صورت اور مضحکہ خیز الفاظ میں تعبیر کیا جا سکتا ہے ۔ لیکن حدیث کا وہ مبتدی جس نے کم از کم حدیث کی وہ کتابیں پڑھی ہوں گی جو داخل نصاب ہیں وہ آخر کیا اس مضمون سے انگشت بدنداں نہ رہ جائے گا وہ کیا اتنا نہ سمجھے گا کہ مودودی صاحب لوگوں کے تصورات کا نام لے کر ایسی احادیث کے مضمون پر طنز کر رہے ہیں جس کو ائمہ حدیث نے قابل اعتماد قرار دیا ۔ اگر میں اسی جگہ مہدی کی احادیث کو جمع کروں تو مستقل ایک دفتر ان کا بن جائے گا ۔ لیکن آپ کی نظر سے تو آخر گذری ہی ہوں گی ۔

## امام مہدی کے متعلق چند احادیث

مولیانہ وصوفیانہ وضع قطع کے متعلق